امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب

الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول

کا

اختصار اور اس کا اردو ترجمہ

اختصار

محمد بن علی بن محمد البعلی الحنبلی

مترجم محمد خبیب احمد

گستاخِ رسول کی سزا

"الصارم المسلول" میں موجود تمام آیات و احادیث، اجماع، آثار صحابہ اور ان سے استدلال و اجتہاد کو حسن ترتیب کے ساتھ چُن لیا گیا ہے

جس سے استفادہ کرنا ہر خاص و عام کیلئے آسان ہوگیا ہے

امام ابن تیمیہ ؒ کی مشہور زمانہ کتاب
الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول
کا
اختصار اور اس کا اردو ترجمہ
گستاخِ رسول کی سزا
"الصارم المسلول" میں موجود تمام آیات واحادیث، اجماع، آثار صحابہ
اوران سے استدلال واجتہاد کو حسن ترتیب کے ساتھ چن لیا گیا ہے
جس سے استفادہ کرنا ہر خاص وعام کیلئے آسان ہو گیا ہے

نام کتاب

مختصر

الصارم المسلول

علی شاتم الرسول

لشیخ الإسلام ابن تیمیة

اختصار
علامہ محمد بن علی محمد البعلي الحنبلي

مترجم
محمد خبیب احمد

اشاعت اول	....	اپریل 2011ء
تعداد	....	ایک ہزار
کمپوزنگ	....	ابوسفیان عزیزی

ناشر

ادارہ تحقیقاتِ سلفیہ

آبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ 0300-7453436

262

جو رسول اللہ ﷺ کی ذات اور بات (حدیث اور سنت) سے پیار و محبت کرے ہماری اس سے محبت ہے، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے امت کو یہی سبق دیا ہے۔

واقعہ اِفک سے مداحِ رسول سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی متاثر ہوئے۔ یوں ان کا نام بھی اہلِ اِفک میں شامل تھا جو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت منفی پروپیگنڈے کی رو میں بہہ گئے تھے۔ اس امر کی سنگینی اپنی جگہ ایک معنی رکھتی ہے اور افک میں ملوث ہونے والوں کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جو شدید جذبات ہوسکتے ہیں اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جب سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہے جاتے تھے تو سیدہ ایسے الفاظ سننے کی بھی روادار نہیں ہوتی تھیں۔ فوراً فرماتی تھیں کہ حسان تو وہ شخصیت ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے یہ اشعار کہے تھے ؎

هَجَوْتَ مُحَمَّداً فَأَجَبْتُ عَنْهُ ... وَ عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ ذٰلِكَ الْجَزَاءُ

هَجَوْتَ مُحَمَّداً بَرّاً وَ تَقِيّاً ... رَسُوْلَ اللّٰهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ

فَإِنَّ عِرْضَ أَبِيْ وَوَالِدِهٖ وَعِرْضِيْ ... لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وَقَاءُ

''[اے کافر و مشرک!] تو نے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ہجو کی اور میں نے آپ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے آپ ﷺ کی طرف سے جواب دیا ہے اور اس پر ہمیں اللہ سے اجر و ثواب ملے گا۔

[اے کافر و مشرک!] تو نے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ہجو کی جو انتہائی نیک و صالح اور متقی و پارسا ہیں اور آپ ﷺ تو اللہ کے فرستادہ و رسول ہیں اور عہد کی پاسداری و وفا شعاری آپ ﷺ کی فطرت میں

داخل ہے۔ میرے باپ و دادا کی عزت اور خود میری آبرو، سب حضرت محمد ﷺ کی عزت و ناموس کا تم سے تحفظ کرنے کے لیے قربان ہیں۔"

اور جو رسول اللہ ﷺ کی ذات اور بات (حدیث اور سنت) سے عداوت رکھے ہماری بھی اس سے عداوت ہے۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَ قَالَ اللّٰهُ : قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْداً يَقُوْلُ الْحَقَّ لَيْسَ بِهٖ خِفَاءُ
وَ قَالَ اللّٰهُ: قَدْ يَسَّرْتُ جُنْداً هُمُ الْأَنْصَارُ عَرْضَتُهَا اللِّقَاءُ
لَنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِنْ مُعَدٍّ سِبَابٌ أَوْ قِتَالٌ أَوْ هِجَاءُ

"اللہ کا ارشاد ہے: میں نے ایک بندہ بھیجا ہے جو حق و سچ بات کرتا ہے جس میں کوئی خفا و پردہ اور شک و شبہ نہیں، اور اللہ کا فرمان ہے: میں نے انصارِ مدینہ کا ایک لشکر تیار کر دیا ہے جن کا کام ہی [کفار و مشرکین سے] مقابلہ کرنا ہے، ہمیں ہر روز بنی معد سے گالی گلوچ سننا، جنگ کرنا یا ہجو سننا پڑتا ہے۔"

مزید فرمایا:

فَمَنْ يَّهْجُوْ رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْكُمْ وَ يَمْدَحُهٗ وَ يَنْصُرُهٗ سَوَآءُ
وَ جِبْرِيْلٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْنَا وَ رُوْحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهٗ كِفَاءُ

"تم میں سے اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کی ہجو و توہین کرے تو وہ اس شخص کے برابر کیسے ہوسکتا ہے جو آپ ﷺ کی مدح سرائی و نعت گوئی کرے اور آپ ﷺ کی مدد و نصرت میں لگا رہے؟ اللہ کے بھیجے ہوئے حضرت جبریل علیہ السلام ہمارے مابین موجود ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کا تو کوئی ہمسر و مد مقابل ہی نہیں ہے۔"

فہرس

دوسرا مسئلہ

تیسرا مسئلہ

چوتھا مسئلہ

مقدمہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ان اعاظم رجال میں سے ہیں جو صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں اور ایک دنیا کو متاثر کر جاتے ہیں، وہ متعدد خوبیوں عظیم کمالات اور گوناگوں اوصاف کے حامل تھے، ان کی متنوع خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے، وہ داعی اور مبلغ بھی تھے اور مجاہد بھی تھے، امت مسلمہ میں جن کی قلم اور تلوار نے کفر پر یلغار کی ہے ان میں ابن تیمیہ کا نام روشن چمکتا ہوا ستارہ ہے۔

شیخ الاسلام اس شعر کے مصداق تھے ؎

وَلَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ
أَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدِ

شیخ الاسلام ۶۶۱ھ سے لے کر ۷۲۸ھ تک اس دار العدم میں قیام پذیر رہے لیکن ایسے کارہائے نمایاں سر انجام دے گئے کہ ہمیشہ کی جاودانی پا گئے، رہتی دنیا تک اپنے نام کی حیاتی کے ساتھ دارالحیوان میں نبیین، صالحین، صدیقین اور شہداء کا ساتھ پا گئے۔

شیخ الاسلام کی مساعی جمیلہ میں سے ایک خوبصورت کارنامہ "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" ہے، ایک عساف نصرانی نے نبی ﷺ کی شان میں نازیبا کلام کیا، ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کا جواب دینے کے لیے اپنے قلم کو حرکت دیا تو ایک ضخیم کتاب مرتب کر دی۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے (البدایۃ والنہایۃ: ۱۳/ ۳۹۶)

الصارم المسلول میں شیخ نے اپنے استدلالات استنباطات اور استشہادات پیش کیے ہیں جو ان محققین، متخصصین کے لیے ہیں جو دقائق اور لطائف کو جاننے کا شوق رکھتے ہیں اور طویل مباحث کو پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں کتاب میں کئی مقامات پر تکرار بھی ہے اور ایک عنوان کی تفصیل کئی مقامات پر بکھری پڑی ہے۔

اس لیے اس کتاب کے اختصار اور ترتیب کی ضرورت تھی جس پر کئی علما نے محنت کی اور اس کا اختصار پیش کیا یہ اختصار جو آپ کے پیش خدمت ہے، علامہ محمد بن علی بن محمد البعلی الحنبلی متوفی (۷۷۸ھ) نے کیا ہے۔ جنھوں نے شیخ الاسلام کا زمانہ پایا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کتاب میں بنیادی چار مسائل پر گفتگو کی ہے۔

پہلا مسئلہ: گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم واجب القتل ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

دوسرا مسئلہ: ذمی کو بھی قتل کیا جائے گا۔

تیسرا مسئلہ: گستاخ کی توبہ کا کیا حکم ہوگا؟

چوتھا مسئلہ: گستاخی کیا ہے؟

اور ان پر کتاب وسنت کے دلائل پیش کیے، استنباط و استدلال کی قوت سے عنوان کو ثابت کیا ہے جو کہ پوری کتاب میں بکھرے پڑے ہیں۔

اس اختصار میں ان چار بنیادی مسائل کے تمام دلائل، استدلالات، استنباط، اجتہادات کو چن لیا گیا ہے۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے ہر عالم، محقق، مجتہد، عامی، طالب علم اپنے پاس رکھے اور ابن تیمیہ کی قوتِ استدلال کا استحضار کرے اور خود میں ایسا ملکہ پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ جب کبھی جو کوئی میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا سوچنے لگے اس کے دماغ کو وہی پھوڑ دے۔

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ﴾ [الأنبياء: ١٨]

''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، پس اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور تمھارے لیے اس کی وجہ سے بربادی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔''

محمد خبیب احمد ﷾ نے اس کو اردو قالب میں ڈھالا ہے، ان کا نام محققین علماء میں شمار ہوتا ہے، ترجمہ کرتے وقت بھی انھوں نے عربی و اردو ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے پوری محنت سے کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے اعمال حسنہ کو قبول فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد طیب محمدی

ادارہ تحقیقاتِ سلفیہ

صاحب المختصر کے حالات زندگی

نام:

محمد بن علی بن محمد علی بن یعلی البعلی الحنبلی۔

لقب وکنیت:

بدر الدین، ابوعبداللہ، المعروف: بابن أسباسلار۔

پیدائش:

ملک شام ۷۱۴ھ

اساتذہ:

الشیخ المحدث المؤرخ قطب الدین ابو الفتح الیونینی (متوفی ۷۲۶ھ) والحجار المسند (متوفی ۷۳۰ھ) و ابن عبد الہادی (متوفی ۷۴۴ھ) والامام ابن القیم (متوفی ۷۵۱ھ)۔

توصیف وثناء:

ابن ظہیرہ (متوفی ۸۱۷ء) فرماتے ہیں وہ امام علاقہ بعلبک شہر کے حنابلہ کے امام عالم تھے، ان کے شہر کے باشندے انھی کے فتوی پر اعتماد کرتے تھے، اسی طرح کی مدح وتعریف حافظ ابن حجر، ابن المبرد، ابن قاضی شحبہ مجیر الدین العلیمی وغیرہ نے کی ہے۔

تصانیف:

۱۔ التسہیل۔

۲۔ شفاء العلیل فی اختصار ''ابطال التحلیل'' لابن تیمیہ۔

۳۔ القواعد النورانیۃ مختصر الدرۃ المضیۃ من فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔

۴۔ مختصر الصارم المسلول علی شاتم الرسول لابن تیمیہ۔

۵۔ المنہج القویم فی اختصار الصراط المستقیم لابن تیمیہ۔

وفات:

آپ کی وفات ربیع الاول ۷۷۸ھ کو ہوئی۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون.

تمہید

ہر قسم کی تعریف اس اللہ رب العزت کے لیے خاص ہے جو جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما دیتا ہے، وہ کتنے ہی اچھے ہدایت دینے والے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ معبود برحق ہے، ایسی گواہی جو اپنے قائل کو کجی سے منزہ کر دیتی ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے، رسول اور بندوں میں سے معزز ترین ہیں۔ اس نے آپ کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اسلام کو سبھی ادیان پر غالب کر دیں، اگرچہ دشمن اسے ناپسند سمجھیں، اسی کے لیے ہر قسم کی برتری، وسیلہ اور مقام محمود اور تعریفوں کا جھنڈا ہے۔ جس پرچم تلے سبھی مداح اکٹھے ہوں گے، درود ہوں اس پر، اس کی آل پر، سب سے افضل، سب سے پاکیزہ، سب سے خوبصورت، بڑھنے والا درود، قیامت تک ان پر مسلسل ہوتا رہے۔

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور انھی کی بدولت ہمیں ہدایت دی اور انھی کی بدولت ہمیں اندھیروں سے اجالوں میں لا کھڑا کیا اور ان کی رسالت اور عہدہ سفارت کی برکت سے ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائیں عنایت فرما دیں۔ جو شخص ان کے اعلیٰ و ارفع مقام پر انگشت نمائی

کرتا ہے اس شخص کے بارے میں جو حکم ہے اس کا اظہار واجب ہے اور جس سزا کا وہ مستحق ہے اس کو بیان کرنا ضروری ہے۔

یہاں ایسا حکم شرعی بیان کرنا مقصود ہے جس پر فتویٰ دیا جائے اور جس کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور ہر بندہ جتنی وہ استطاعت رکھتا ہے اس کے مطابق اس کا اہتمام ضروری ہے۔ اللہ رب العزت ہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والے ہیں۔ یہ بحث چار مسائل پر مشتمل ہے۔

مسائل اربعہ:

پہلا مسئلہ: گستاخ رسول ﷺ واجب القتل ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

دوسرا مسئلہ: ذمی کو بھی قتل کیا جائے گا۔

تیسرا مسئلہ: گستاخ کی توبہ کا کیا حکم ہوگا؟

چوتھا مسئلہ: گستاخی کیا ہے؟

پہلا مسئلہ [1]

گستاخ رسول ﷺ واجب القتل ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

اجماع امت:

جمہور علماء کا یہ مذہب ہے۔ امام ابن المنذر فرماتے ہیں: [2]

"اکثر علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرے گا وہ واجب القتل ہے، یہی مذہب امام مالک، امام لیث، امام احمد، امام اسحاق اور امام شافعی کا ہے۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سے منقول ہے کہ ذمی قتل نہیں کیا جائے گا۔"

امام ابو بکر الفارسی [3] الشافعی نے بھی گستاخ رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے میں مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے، جیسے کوئی رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کی گستاخی کرے تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔

اس اجماع سے مراد ابتدائی دور میں صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے، جیسا

---

[1] الصارم (٢/ ١٣)

[2] الأوسط (٢/ ٦٨٢) الاشراف (٢/ ٢٤٤) الاقناع (٢/ ٥٨٤) دیکھیے: الإجماع (ص: ٧٦)

[3] یہ احمد بن الحسین بن سہل ہیں، جو شافعیہ کے امام ہیں متوفی ٣٥٠ھ ہیں، ان کی کئی تصانیف ہیں ایک کتاب "الاجماع" ہے۔ یہ قول بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ دیکھیے: فتح الباري (١٢/ ٢٩٣)

کہ شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) نے فرمایا ہے۔

اس اجماع سے مراد اس کے واجب القتل ہونے میں اجماع ہے۔ جب وہ مسلمان ہوگا، جیسا کہ قاضی عیاض نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔[1]

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

"مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرے گا یا وہ کسی ایسی چیز کو ہٹائے گا جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہوگا یا وہ کسی نبی کو قتل کرے گا تو وہ کافر ہوگا، اگرچہ وہ ہر اس چیز کا اقرار کرنے والا ہو جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔"

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[2]

"مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے گستاخی رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے میں اختلاف کیا ہو۔"

امام محمد بن سحنون فرماتے ہیں:

"علماء کا اجماع ہے کہ گستاخ رسول ﷺ آپ کی شان میں نقص بیان کرنے والا کافر ہے۔ اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمان گستاخ رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، یہ ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) اور دیگر کا مذہب ہے۔ یہی امام احمد اور فقہائے حدیث کا

---

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (۲/ ۳۸٦ مع شرح الملا علی قاری)

[2] في معالم السنن (٦/ ۱۹۹)

مذہب ہے، امام احمد نے مختلف مقامات پر اس کی صراحت فرمائی ہے۔ امام حنبل، امام ابو الصقر[1]، امام الخلال، امام عبداللہ اور امام ابو طالب نے ان (احمد) سے نقل کیا ہے کہ گستاخ رسول ﷺ خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر واجب القتل ہے۔ امام احمد سے پوچھا گیا کہ اس مسئلہ میں کوئی حدیث بھی ہے؟ فرمایا: متعدد احادیث ہیں، جن میں سے نابینے صحابی والی حدیث ہے جنھوں نے اپنی بیوی کو اس وجہ سے قتل کر دیا کہ اس نے اسے رسول ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے سنا۔[2] اور حضرت حصین (بن عبدالرحمٰن السلمی) کی حدیث ہے۔[3]

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا:

---

[1] یہ یحییٰ بن یزداد الوراق الوالصقر، وراق الامام ہیں انھوں نے امام احمد سے سائل نقل کیے ہیں، دیکھیے: طبقات الحنابلة (٢/ ٥٤٢)

[2] یہ حدیث آگے آرہی ہے۔

[3] اسے حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک پادری کے پاس سے گزرے آپ کو بتلایا گیا کہ یہ گستاخ ہے! فرمایا: اگر میں اسے گستاخی کرتا سُن لیتا تو اس کی گردن اڑا دیتا، ہم نے ان سے معاہدہ اس وجہ سے نہیں کیا کہ وہ ہمارے نبی کی گستاخی کریں، اس مسدد نے بیان کیا ہے۔ بحوالہ (المطالب، حدیث: ٢٠٤٧)

اور الحارث بن ابی اسامہ نے مسند میں جیسا کہ بُغیہ حدیث ٥١٠ میں ہے اور الخلال نے الجامع (رقم: ٧٣٢ احکام أهل الملل) سبھی نے حصین بن عبدالرحمٰن السلمی عن رجل لم یسم یعنی اس راوی کا نام مذکور نہیں۔ خلال کے ہاں شیخ ہے، اَن ابن عمر یہ کہ عبداللہ بن عمر نے یہ فرمایا:

الحارث کی روایت میں حصین اَن ابن عمر ہے، بغیر دوسرے راوی کے واسطے کے حسین نے ابن عمر سے نہیں سنا۔ دیکھیے (تهذیب التهذیب: ٢/ ٣٨١)

اسے توبہ نہیں کروائی جائے گی۔"

امام ابو بکر نے یہ قول "الشافی"[1] میں نقل کیا ہے، لہٰذا امام احمد سے اس کے واجب القتل ہونے میں اور اس کے ذمہ کے ٹوٹ جانے میں کوئی اختلاف منقول نہیں۔

البتہ قاضی[2] سے ذمی کے بارے میں ایک روایت مروی ہے کہ اس کا ذمہ نہیں ٹوٹے گا۔ قاضی صاحب کی اتباع ایک جماعت نے کی ہے جن میں الشریف، ابن عقیل، ابو الخطاب اور الحلوانی[3] شامل ہیں۔ ان فقہاء نے وہ سبھی اعمال ذکر کیے ہیں جن میں مسلمانوں کے خلاف ذلت کا پہلو موجود ہے اور جس میں ان کی جان و مال یا دین کا نقصان موجود ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کے حکم کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔

مگر اس کے باوجود ان کا اس پر اتفاق ہے کہ حنبلی مذہب میں ذمی کا ذمہ ٹوٹ جائے گا۔ پھر انھی لوگوں نے یہ بھی ذکر کیا گستاخ رسول ﷺ قتل کیا جائے گا، اگرچہ وہ ذمی ہو اور اس کا عہد (ذمہ) بھی ٹوٹ جائے گا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

---

[1] یہ ابو بکر عبدالعزیز بن جعفر ہیں جو غلام الخلیل کے نام سے معروف ہیں ۳۶۳ء کو وفات پائی، دیکھیے: طبقات الحنابلة (۳/ ۲۱۳) اور ان کی کتاب "الشافی" جو کہ فقہ میں ہے اس کے اسی اجزا ہیں جیسا کہ ابو یعلی نے ذکر کیا ہے اور خطیب نے ان سے تاریخ (۱۵/ ۴۵۹) میں نقل کیا ہے۔

[2] یہ ابو یعلی ابن الفراء ہیں جو حنابلہ کے شیخ ہیں، جب مطلقاً قاضی بولا جائے تو یہی مراد ہوتے ہیں، ان کا ذکر بہت زیادہ آئے گا۔

[3] الشریف سے مراد ابو جعفر عبدالخالق بن عیسیٰ ہاشمی متوفی ۴۷۰ھ ہیں اور ابن عقیل سے مراد ابو الوفاء صاحب "الفنون" متوفی ۵۱۳ھ ہوں۔ ابو الخطاب سے مراد محفوظ بن احمد الکلوازانی متوفی ۵۱۰ھ ہیں اور الحلوانی سے مراد محمد بن علی ابو الفتح متوفی ۵۰۴ھ ہیں۔

''یہی موقف سب سے عمدہ ہے۔''

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ گستاخی کی وجہ سے اس کا عہد (ذمہ) نہیں ٹوٹے گا۔ یہ اس شکل میں ہے جب ان کے ساتھ معاہدے میں یہ چیز (گستاخی) شامل نہ ہوگی اگر یہ بھی شامل ہوگی تو پھر دو آرا ہیں۔

پہلی رائے:

ذمہ ٹوٹ جائے گا۔ فقیہ الخرقی کا یہ قول ہے اور علامہ آمدی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

دوسری رائے:

ذمہ نہیں ٹوٹے گا قاضی (ابو یعلی ابن الفراء) کا قول ہے جس موقف پر ہمارے اکثر متقدمین ہیں اور متاخرین نے ان کی پیروی کی ہے وہ یہ کہ نصوص (قرآنی آیات، احادیث نبویہ ﷺ) کو ان کی حالت میں برقرار رکھا جائے گا اور نص میں یہ بات موجود ہے کہ گستاخ رسول ﷺ واجب القتل ہے اور اس کا ذمہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح جو مسلمانوں کی جاسوسی کرے یا کسی مسلمان عورت سے بدکاری کا ارتکاب کرے یا کسی مسلمان کو (ناحق) قتل کرے یا راہ زنی کرے اور اس بات کی بھی صراحت موجود ہے۔ کہ جو مسلمان پر زنا کی تہمت لگائے گا یا اس پر جادو ٹونہ کرے گا تو اس ذمی کا ذمہ ٹوٹے گا نہیں۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نصوص (شرعی دلائل) کو برقرار رکھنا واجب ہے ان میں سے کسی چیز کو خارج نہیں کیا جائے گا، اگرچہ شرعی دلائل میں فرق موجود ہے۔[1]

[1] الصارم (۲/ ۳۵) میں عبارت یوں ہے: یہ واجب ہے کیونکہ دو مسئلوں میں سے ایک کا دوسرے کی طرف اخراج اور دو مسئلوں کو دو روایتیں بنانا باوجود کہ ان دونوں میں نص ←

امام شافعی کا موقف:

امام شافعی سے یہ صراحت ثابت ہے کہ گستاخی رسول ﷺ [1] سے ذمہ ٹوٹ جائے گا اور اس کا مرتکب قتل کیا جائے گا، مگر دیگر شوافع نے ذکر کیا ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کی توہین کرے گا تو اس میں دو آرا ہیں۔ بعض شوافع نے یہ فرق کیا ہے کہ معاہدہ کی رو سے ان چیزوں کی پاسداری ضروری ہے یا نہیں؟ بعض نے اس مسئلہ میں مختلف متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔ مگر ان کی اختلافی مسائل پر مشتمل کتب میں یہ صراحت موجود ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کا ذمہ ٹوٹ جائے گا اور وہ واجب القتل ہوگا۔

احناف کا موقف:

امام ابو حنیفہ اور احناف کا نظریہ یہ ہے کہ گستاخی سے ذمہ نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی اس وجہ سے اسے قتل کیا جائے گا لیکن برے اعمال کی بدولت انھیں تعزیر لگائی جائے گی، ان کے ہاں یہ اصول ہے جس میں سزا قتل نہیں ہے، مثال کے طور پر کوئی آدمی کسی کو بوجھ تلے دے کر قتل کر دیتا ہے یا پھر بار بار اندام نہانی کے علاوہ کسی اور جگہ جماع کرتا ہے۔ (ان دونوں صورتوں میں اس کے مرتکب کو قتل نہیں کیا جائے) مگر امام (حکمران، قاضی) اسے قتل کر سکتا ہے اور مصلحت کے پیش نظر اس مقرر کردہ شرعی حد پر اضافہ بھی کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسے جرائم کی صورت میں بطور سزا جو قتل کا حکم ہے وہ مصلحت کے پیشِ نظر تھا، اسی لیے احناف ایسی صورت کا نام سیاسی قتل رکھتے ہیں۔

← اور استدلال میں فرق ہو یا پھر کسی ایسے معنی کا وجود جس میں تفریق کی دلیل ممکن ہو سکے جائز نہیں ہے۔

[1] دیکھیے: الأم (٤/ ٢٠٨۔ ٢١١)

گستاخ رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے کے دلائل:

اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ، دین اسلام، قرآن مجید کو دشنام دینے والے کے واجب القتل ہونے کی دلیل اور اگر ذمی ہے کہ تو اس کا ذمہ ٹوٹنے کی دلیل قرآن مجید، سنتِ رسول اللہ ﷺ، صحابہ اور تابعین کا اجماع اور اقدار کا تحفظ ہے۔

قرآن مجید میں مختلف مقامات ہیں:

پہلا مقام: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ [التوبة: ٢٩]

''لڑائی کرو ان لوگوں سے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی آخرت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کافروں سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے تا آنکہ وہ ذلیل ہو کر ٹیکس (جزیہ) دیں۔ لہٰذا ان کو اسی صورت میں چھوڑنا چاہیے کہ وہ ٹیکس دے کر ذلت کی زندگی گزاریں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ جب وہ جزیہ پابندی سے ادا کریں گے اور جب وہ اسے (مسلمانوں کے) سپرد کریں گے تو اس ساری مدت میں وہ ذلت کے عالم میں ہی رہیں گے اور جو اللہ تعالیٰ یا رسول

اللہ ﷺ کی گستاخی کرے وہ حقیر نہیں ہوسکتا کیونکہ صاغر حقیر کو کہا جاتا ہے اور گستاخی طاقت ور اور علیحدگی اختیار کر کے دشمنی پر اترنے والے کا فعل ہے۔

دوسرا مقام: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ ﴾ [التوبة: ٧]

''مشرکوں کا عہد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک عہد نہیں ہے۔''

﴿ وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ﴾ [التوبة: ١٢]

''اور اگر عہد کر کے یہ لوگ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمھارے دین پر طعنہ زنی کریں تو کفر کے اماموں کو قتل کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے معاہدہ کی نفی کی ہے مگر جب تک وہ مسلمانوں سے صحیح برتاؤ کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مشرک سے معاہدہ اسی شرط پر اتنی دیر تک قائم رہے گا۔ جتنی دیر تک وہ سیدھا رہے گا یہ بھی معلوم ہے کہ جو اعلانیہ طور پر ہمارے رب، ہمارے نبی، ہماری کتاب، ہمارے دین پر طنز کرے گا تو وہ ہماری استقامت کو کھوکھلا کرنے کے درپے ہے۔ جیسے اگر وہ ہم سے جنگ کرے بلکہ ہم مومن ہوں تو یہ گستاخی ہم پر بڑی ناگوار گزرے، لہٰذا ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اپنے لہو اور اموال کا نذرانہ پیش کریں تاکہ اللہ کا کلمہ (دین) سر بلند ہوجائے اور ہمارے گھروں (شہروں) میں کوئی علانیہ طور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کی جرأت نہ کر سکے اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے:

﴿ كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ﴾ [التوبة: ٨]

''ان کا عہد کس کام کا؟ اگر وہ تم پر غالب ہوں تو نہ وہ لحاظ رکھیں
تمھاری رشتہ داری کا اور نہ اپنے عہد کا۔''

یعنی ان کا عہد کیسا ہوگا اگر وہ تم پر غالب آ جائیں تو وہ رشتہ داری کا پاس کریں گے اور نہ ہی عہد و پیمان کا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کی یہ فطرت ہو کہ اگر وہ غالب ہو تو پھر باہمی عہد و پیمان کی کوئی پاسداری نہیں، کوئی عہد و پیمان نہیں اور جو شخص اعلانیہ طور پر ہمارے دین کو تنقید کا نشانہ بنائے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر وہ کبھی غالب آ گیا تو وہ عہد کا وفا نہیں کرے گا، کیونکہ وہ ذلت کی زندگی میں ایسا کر رہا ہے جب وہ باعزت ہوگا تو اس کا عالم کیا ہوگا؟ یہ حکم اس آدمی کا نہیں جو اعلانیہ طور پر طعن و تنقید نہیں کرتا۔

تیسرا مقام: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ [التوبة: ١٢]

''اور اگر یہ لوگ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمھارے دین میں طعن
کریں تو ان کے سرداروں کو قتل کرو۔''

یہ آیت کئی سمتوں سے (گستاخ رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے پر) دلالت کرتی ہیں۔

پہلی دلالت:

محض عہد و پیمان توڑنا جنگ کا متقاضی ہے اور اس کے ساتھ دین میں طعن کو ذکر کرنا اس حکم کی مزید تخصیص کر دیتا ہے کہ یہ (دین میں طعن) ان قولی اسباب میں سے ایک ہے۔ جس کی بدولت جنگ لازم ہو چکی ہے کیونکہ اس

آیت سے قتال واجب ہوجاتا ہے۔

﴿فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ [التوبة: ١٢] ''کفر کے اماموں سے لڑو۔''

اور

﴿اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ﴾ [التوبة: ١٣]

''تم ان لوگوں سے کیوں جنگ نہیں کرتے جنھوں نے اپنے معاہدے توڑ ڈالے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو نکالنے کا پروگرام بنایا۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو صرف قسم توڑے اس سے دوبارہ معاہدہ کیا جا سکتا ہے اور اسے امن بھی دیا جا سکتا ہے، مگر جو دین میں طعن (تنقید) کرے اس کا قتل کرنا متعین ہوگیا یہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے کہ آپ ہر اُس آدمی کا خون رائیگاں قرار دیتے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف دیتا اور دین میں طعن کرتا۔

ایک اشکال:

اگر کوئی اعتراض کرے کہ جو دین میں طعن کرے اور اپنی قسم توڑے اس سے جنگ کرنا واجب ہے اور جو صرف دین میں تنقید کرتا ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہے کہ یہ اکیلا عمل اس حکم کے وجوب کا سبب نہیں بنتا کیونکہ حکم (جنگ کا) دو صفتوں (نقض عہد، دین میں طعن) پر مشتمل ہے۔ لہٰذا ایک صورت کے فقدان کی وجہ سے حکم کا بھی فقدان ہوگا۔

حل:

ہمارا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ ہر صفت حکم میں مؤثر ہوتی ہے، اس لیے حکم

کو کسی ایسی صفت سے معلق نہیں کیا جا سکتا، جس صفت میں کوئی تاثیر نہ ہو پھر کبھی کبھار ہر صفت اپنی تاثیر کے اعتبار سے مستقل ہوتی ہے۔

مثال مشہور ہے:

"یقتل زید لأنه مُرتدٌّ زَان."

"زید قتل کیا جائے گا کیونکہ وہ مرتد اور بدکار ہے۔"

اور کبھی کبھار مجموعی بدلہ مجموعہ پر مرتب ہوتا ہے اور ہر صفت کی بعض میں تاثیر ہوتی ہے، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ [الفرقان: ٦٨]

"وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے۔"

اور کبھی یہ صفات جو کچھ اس میں ہوتا ہے اس کو ملتزم ہوتی ہیں اگر بالفرض اسے علیحدہ کیا جائے تو وہ مستقل ہوگی یا مشترک تو وہ واجب کرنے کے لیے وضاحت اور بیان ہوگا، جیسے کہا جاتا ہے:

"کفروا باللّٰہ و برسولہ"

انھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کفر کیا۔"

یا: "عصی اللّٰہ ورسولَہٗ"

"کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔"

اور کبھی کبھار بعض بعض کو مستلزم ہوتا ہے، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾ [آل عمران: ٢١]

"وہ جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتے ہیں اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں۔"

یہ آیت جو کسی قسم سے متعلق ہو، فرض کی گئی ہے اس میں دلالت ہے۔ کیونکہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ نقض عہد ہی جنگ کو جائز قرار دیتا ہے اور دین میں تنقید اس کی تاکید مزید ہے اور اس کے وجوب کا متقاضی ہے، اسی لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ جب طعن (دین میں تنقید) کی وجہ سے ان لوگوں سے جنگ واجب ہوتی ہے جن کا ہم سے معاہدہ نہیں تو وہ لوگ جن کا ہم سے معاہدہ ہے ان لوگوں کا واجب القتل ہونا بالاولیٰ ہے۔

دوسری دلالت:

ذمی جب رسول اللہ ﷺ یا اللہ تعالیٰ کو گالی دے گا یا پھر اعلانیہ اسلام کی عیب جوئی کرے گا تو اس کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس نے ہمارے دین پر تنقید کی ہے۔ مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ جرم کی وجہ سے سزا کا مستحق ہوگا اور اسے سبق سکھا دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کوئی معاہدہ نہیں لہٰذا قرآنی آیت کی رو سے وہ واجب القتل ہے، یہ دلالت قوی اور عمدہ ہے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس نے اپنا معاہدہ توڑ دیا ہے اور دین پر تنقید کی ہے اور قرآن مجید اسے واجب القتل قرار دیتا ہے جو عہد توڑے اور دین پر تنقید کرے۔

تیسری دلالت:

قرآن مجید نے ان کا نام ائمۃ الکفر ''کفر کے امام'' اس لیے رکھا ہے کہ وہ دین پر تنقید کرتے ہیں دوسرے یہ کہ یہ بتلایا ہے ان کا کوئی ایمان نہیں۔ یہ حکم ان سبھی لوگوں کو شامل ہے، جنھوں نے معاہدہ توڑا اور تنقید کی۔ کفر کا امام اپنے کفر کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہ کفر کا امام دین میں طعن و تشنیع کی وجہ سے بنا۔ اور وہ

اسلام کے خلاف دعوت دیتا ہے، یہ امام کی شان ہے لہٰذا دین میں طعن کرنے والا ہر شخص کفر کا امام ہے اور اس سے جنگ کرنا قرآن مجید کی اس آیت کو رُو سے واجب ہے کہ ﴿فَقَاتِلُوٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ ''کفر کے اماموں سے جنگ کرو۔''

چوتھی دلالت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ [التوبة: ۱۳]

''تم کیوں نہیں لڑتے ان لوگوں سے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور انھوں نے قصد کیا رسول اللہ ﷺ کو نکالنے کا اور انھوں نے ہی پہلے تم سے چھیڑ خانی کی۔''

اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو نکالنے کو ان چیزوں میں شمار کیا جو جنگ پر ابھارتی ہیں یہ اس وجہ سے اس میں رسول ﷺ کے لیے اذیت کا پہلو موجود ہے اور رسول ﷺ کو گالی دینا اس کو باہر نکالنے کے ارادہ سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ فتح مکہ کے سال آپ ﷺ نے لوگوں سے چشم پوشی کی جنھوں نے آپ ﷺ کو نکالنے کا پروگرام بنایا اور آپ نے گستاخان کو معاف نہیں کیا۔

پانچویں دلالت:

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ [التوبة: ۱٤]

''ان سے جنگ کرو، اللہ تعالیٰ تمھارے ہاتھوں انھیں رسوا کرے گا اور ان

کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومنوں کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا کہ جو عہد شکن ہیں، دین پر تنقید کرتے ہیں ان سے جنگ کرو اور ساتھ ہی ضمانت دی کہ جس وقت ہم یہ سرانجام دیں گے وہ انھیں عذاب دے گا، رسوا کرے گا اور ان کے خلاف ہماری مدد کرے گا اور ان مومنوں کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا، جنھوں نے اس معاہدہ کو ٹوٹنے سے زک اٹھائی، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے غیظ و غصہ کو لے جائے گا، یہ اس بات کی علامت ہے کہ عہد شکن، طعن کرنے والا ان سب چیزوں کا مستحق ہے اور گستاخی رسول ﷺ وعدہ خلاف، طعن کے نشتر چبھونے والا ہے لہٰذا وہ قتل کا بھی مستحق ہے۔

چھٹی دلالت:

یہ فرمان: ﴿ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ﴾ [التوبة: ١٤، ١٥] "اور وہ مومنوں کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا اور ان کے دلوں کو غصہ کو لے جائے گا۔" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دلوں نے جو تکلیف عہد شکنی اور دین پر تنقید کی شکل میں برداشت کی، اللہ تعالیٰ اس سے سینوں (دلوں) کو شفایاب فرمائے گا۔ اور مسلمانوں کا غصہ دور کرنا یہ ایسا معاملہ ہے جو شارع کو مطلوب ہے۔ لہٰذا جو رسول ﷺ کو گالی دے وہ مومنوں کو غضب میں مبتلا کرتا ہے اور انھیں زِک پہنچاتا ہے اور یہ زِک قتل کرنے، مال لوٹنے کی زِک سے بھی زیادہ ہے لہٰذا یہ طرزِ عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غضب کو بڑھاتا ہے۔[1]

چوتھا مقام: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

[1] شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ یہ غیظ وغضب اس وقت ختم ہوگا جب گستاخ قتل کیا جائے گا، اس میں چار وجوہات ہیں، پھر انھیں شیخ الاسلام نے ذکر کیا۔

﴿ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ ﴾ [التوبة: ٦٣]

''کیا وہ نہیں جانتے کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرے گا تو بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے، یہی بہت بڑی رسوائی ہے۔''

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ رسول ﷺ کو تکلیف دینا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان اس آیت کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مِنْهُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ ﴾ [التوبة: ٦١]

''ان میں سے بعض ایسے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔''

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان مشرکوں اور منافقوں کو جھاڑ پلائی ہے جو آپ ﷺ پر گالم گلوچ کرتے تھے۔

پانچواں مقام: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ﴾ [الأحزاب: ٥٧]

''یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دے وہ واجب القتل ہے اور ہم ان سے قطعاً اس پر معاہدہ نہیں کر سکتے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائیں، اس بات کی وضاحت رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی کرتا ہے:

''کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ یقیناً اس نے اللہ اور

اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔"[1]

فصل[2]

وہ آیات جو گستاخ کے کفر اور قتل پر دلالت کرتی ہیں بہت زیادہ ہیں جب وہ (گستاخ) معاہد (حلیف) نہ ہو، اگرچہ وہ ظاہری طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھے رکھے، اس کے کفر اور قتل پر اجماع ہو چکا ہے۔[3]

انھی آیات میں سے ایک آیت یہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ﴾ [التوبة: ٦١]

"ان میں سے بعض ایسے ہیں جو نبی کو اذیت دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ وہ کان کا کچا ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [التوبة: ٦١]

"اور جو لوگ اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ﴾ [التوبة: ٦٣]

"کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے تو بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے، یہی بہت بڑی رسوائی ہے۔"

---

[1] یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے اور عنقریب آ رہی ہے۔
[2] الصارم (٢/ ٥٨)
[3] متآکل في النسخة والاکمال من "الصارم"

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو زِک پہنچانا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی رکھنا ہے کیونکہ ایذا کا ذکر دشمنی کے ذکر کا متقاضی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ایذا دشمنی میں داخل ہو یہ دخول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ایذا اور دشمنی کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے باخبر کیا کہ ایسے شخص کے لیے جہنم ہے وہ ہمیشہ ہمیش اس میں رہے گا۔ بلکہ دشمنی ہی عداوت ہے اور یہ کفر اور لڑائی ہے، رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے والا کافر، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے والا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ يَّكْفِيْنِي عَدُوِّيْ)) [1]

''میرے دشمن کے بارے میں کون مجھے کفایت کرے گا۔''

---

[1] اسے عبدالرزاق نے مصنف (۵/ ۲۳۷، ۳۰۷) میں عکرمۃ مولیٰ ابن عباس سے مرسلاً بیان کیا ہے، اس میں ایک راوی کا نام مذکور نہیں ہے۔
ابو نعیم نے حلیۃ (۸/ ۴۵) میں ابراہیم بن اُدھم از مقاتل بن حیان از عکرمۃ از ابن عباس سے ذکر کیا ہے۔
ابو نُعیم اس کے بعد فرماتے ہیں:
''ابراہیم یہ حدیث غریب ہے ہم اسے اسی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔''
اسے عبدالرزاق (۵/ ۳۰۷) اور ان کی سند سے ابن حزم نے المحلی (۱۱/ ۴۱۳) میں سماک بن الفضل کی سند سے اور وہ از عروہ بن محمد السعدی از رجل من بلقین اسی طرح روایت کی ہے، اس میں قاتل کا نام خالد بن ولید مذکور ہے اور پہلی حدیث میں زبیر بن العوام ہے۔
اس حدیث سے علی بن المدینی نے بطورِ دلیل پیش کیا ہے، ابن حزم نے اس کی تصحیح کی ہے کہ یہ حدیث سند اور صحیح ہے۔'' اس میں عروۃ بن محمد السعدی کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی اور نے نہیں کی۔ حافظ نے التقریب میں فرمایا: مقبول

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ [المجادلة: ٢٢]

”آپ ایسی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے وہ ان لوگوں سے محبت کی پینگیں بڑھائے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں۔“

جب وہ انسان مومن نہیں ہوسکتا جو کسی ایسے شخص سے محبت کرے جو دشمن ہے؟ تو جو خود دشمنی کرے گا اس کا عالم کیا ہوگا؟ کہا گیا ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ابو قحافہ نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کو قتل کرنا چاہا۔[1] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دشمن کافر ہے اس کا خون حلال ہے۔

دوسری دلیل[2]:

﴿ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا﴾ [التوبة: ٦٤]

”منافقین کو اندیشہ ہے کہ ان کے خلاف کوئی سورت نازل نہ ہوجائے جو ان کے دلوں کی خبر دے دے۔“

اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] ابن المنذر نے ابن جریج حدثت أن أبا قحافة سے بیان کیا ہے، دیکھیے: الدر المنثور (٦/ ٢٧٤) اسباب النزول (ص: ٤٧٨) للواحدی۔ اس آیت کے شانِ نزول میں اور اقوال بھی ہیں۔

[2] الصارم (٢/ ٧٠)

﴿قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُ وْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ﴾ [التوبة: ٦٥، ٦٦]

''اے نبی! فرما دیجیے: کیا تم اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ سے ٹھٹھا کرتے ہو؟ اب معذرتیں پیش نہ کرو تم یقیناً کافر ہو چکے ہو۔''

یہ آیت اس مسئلہ میں صریح نص ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑانا صریح کفر ہے، آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے ہر وہ شخص جو سنجیدگی کے عالم میں یا بطور مذاق رسول اللہ کا استہزا کرے۔ یقیناً اس نے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔

تیسری دلیل[1]:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ﴾ [التوبة: ٥٨]

''اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو صدقات و خیرات میں طعن کرتے (مذاق اڑاتے) ہیں۔''

''لمز'' کے معنی عیب جوئی اور طعنہ زنی کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ مِنْهُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ...﴾ [التوبة: ٦١]

''کچھ ایسے ہیں جو رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس پر دلالت کرتا ہے ہر وہ شخص جو طعنہ زنی کرے، ایذا کوشی کا ارتکاب کرے یہ بھی انھی (منافقین) میں سے ہے، جب اللہ تعالیٰ

---

[1] الصارم (۲/ ۷۵)

نے خبر دی کہ جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف عیب جوئی کرتے ہیں اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں وہ منافق ہیں ثابت ہوگیا کہ یہ (ایذا) نفاق کی دلیل ہے۔

چوتھی دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾

[النساء: ٦٥]

''تیرے پروردگار کی قسم! وہ ہرگز مومن نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اپنے جھگڑوں میں منصف مان نہ لیں۔''

اللہ تعالیٰ نے بذات خود قسم اٹھائی کہ وہ اتنی دیر تک مومن نہیں ہوسکتے۔ جتنی دیر تک وہ باہمی جھگڑوں میں آپ کو فیصل نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلے میں کسی قسم کی اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ آپ کے حکم کو خوب اچھی طرح ظاہراً و باطناً تسلیم کرلیں۔

اس آیت سے پہلے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ ﴾ [النساء: ٦٠]

''کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن کا خیال ہے کہ وہ اس پر ایمان لائے جو آپ ﷺ پر اور جو آپ ﷺ سے پہلے انبیاء پر نازل کیا گیا، وہ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے طاغوت کے پاس لیجائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾ [النساء: ٦١]

''اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اور رسول ﷺ کی طرف جو نازل ہوا ہے آپ ﷺ منافقوں کو دیکھیں گے وہ اعراض کریں گے، آپ سے سخت اعراض کرنا۔''

اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ جسے فیصلے کے لیے قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا جائے اور وہ رسول ﷺ سے اعراض کرے وہ منافق ہے، اسی آیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی موجود ہے:

﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ [النور: ٥١]

''مومنوں کا قول جب انھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جائے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں تو وہ کہتے ہیں ہم نے سن لیا اور ہم نے سرِ تسلیم خم کر لیا۔''

لہٰذا جو شخص رسول ﷺ کی اطاعت سے پھر گیا اور اس کے حکم سے منہ موڑ لیا وہ منافق ہے، مومن نہیں ہوسکتا بلکہ مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ کہے ''ہم نے سن لیا اور ہم نے مان لیا۔'' نفاق محض رسول ﷺ کے حکم سے اعراض کرنے سے معلوم ہوگیا تو جو رسول ﷺ کی تنقیص کرے اور گالی گلوچ بکے وہ کیسا ہوگا؟

پانچویں دلیل[1]:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] الصارم (۲/ ۸۵)

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَةِ ﴾ [الأحزاب: ٥٧]

''یقیناً وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی ایذا کو اپنی ایذا کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسے ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور یہ فضیلت کئی دلائل سے ثابت ہو چکی ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ایذا دے گا وہ کافر ہوگا اس کا خون حلال ہوگا، اس کی مزید توضیح اس سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا مندی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عداوت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دشمنی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اذیت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے، اس آیت میں دو حقوق کا باہمی تلازم ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جہت ایک ہی ہے، لہٰذا جس نے رسول ﷺ کو اذیت دی گویا اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی کیونکہ اللہ اور اس کی مخلوق کے مابین کوئی واسطہ نہیں، کسی ایک کے لیے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اوامر اور نواہی، عقائد اور ان کے بیان کے لیے اپنا مقام رسول اللہ ﷺ کو قرار دیا۔ لہٰذا یہ جائز نہیں کہ ہم ان امور میں اللہ اور ان رسولوں کے درمیان تفریق کریں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دینے میں اور مومن مردوں اور عورتوں کو اذیت دینے میں تفریق بتلائی اور اسے بہتان اور کھلم کھلا گناہ قرار دیا اور اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی ایذا کے بارے میں فرمایا کہ اس کے مرتکب پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اس کے لیے انتہائی رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے، یہ بھی معلوم ہے کہ جو مومنین کو اذیت دے گا اسے کوڑے لگائے جائیں گے کیونکہ یہ اذیت کبیرہ گناہوں میں شامل ہے اور اس سے زیادہ کفر اور قتل ہے، اسی طرح یہ بھی کہ وہ ملعون ہیں۔[1] اور لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دوری اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دنیا اور آخرت میں صرف کافر ہی دھتکارا جائے گا، لہٰذا اس کے خون کو گرنے سے بچایا نہیں جا سکتا، بلکہ اس کا خون مباح (رائیگاں) ہے کیونکہ اس کے خون کا تحفظ عظیم رحمت ہے، اس کی تائید اس ارشاد باری سے بھی ہوتی ہے:

﴿ مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا﴾ [الأحزاب: ٦١]

''ملعون ہیں، جہاں بھی وہ پائے جائیں انھیں پکڑا جائے اور زبردست انداز میں ان کا کشت وخون کیا جائے۔''

یہ آیت اس بات کی تائید کرتی ہے کہ جو لوگ بھی قرآن مجید میں ملعون قرار دیے گئے ہیں یا تو وہ کافر ہیں یا پھر مباح الدم (رائیگاں خون والے)۔

اعتراض:

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾ [النور: ٢٣]

---

[1] كذا والأصح: فإنه كما في "الصارم"

''وہ لوگ جو پاکباز، بے خبر، مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں۔''

لہٰذا صرف زنا کی تہمت سے کفر لازم نہیں آتا۔

جواب:

یہ آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ کا قول ہے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے اور آپ کو اذیت میں مبتلا کرنا ہے، اسی بنا پر امام احمد کا رجحان ایک روایت میں۔ اس طرف گیا ہے کہ جو کسی غیر آزاد عورت پر تہمت لگاتا ہے، مثلاً وہ لونڈی ہے یا ذمیہ، اور اس کا آزاد خاوند یا آزاد بیٹا ہے، اس غیر آزاد عورت پر تہمت لگانے کی وجہ سے اس کے مرتکب کو حد لگائی جائے گی، کیونکہ اس پر تہمت لگنے کی وجہ سے اس کے آزاد خاوند یا آزاد بیٹے کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہے، لہٰذا یہ آیت ان لوگوں کے لیے خاص ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر تہمت تراشتے ہیں، اگر وہ ان بیویوں کے عیب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عیب مراد لے تو وہ منافق ہوگا اور جو کسی مسلمان عورت پر تہمت لگائے وہ فاسق ہوگا باستثنائے کہ وہ توبہ تائب ہو جائے، اللہ رب العزت کے کلام ﴿يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ﴾ میں الف و لام عہدی ہے، جو معہود (ذہن میں موجود چیز) کی طرف لوٹتا ہے اور وہ

---

[1] اسے ابن ابی حاتم اور الحاکم ابن مردویہ نے بیان کیا ہے، حاکم نے تصحیح بھی کی ہے، بحوالہ الدر المنثور (٥/ ٦٤) مستدرک حاکم کی سند میں سعید بن مسعود المروزی ہے، اسے ابن حبان نے الثقات (٨/ ٢٧١) میں ذکر کیا ہے، اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ یزید بن مروان سے روایت کرتا ہے حالانکہ یہ یزید بن ہارون سے تصحیف ہے۔

معہود نبی اکرم ﷺ کی بیویاں ہیں کیونکہ یہ آیتیں واقعہ افک کے بارے میں ہیں، یا پھر عام لفظ کو اس کے خاص سبب کی وجہ سے لوٹایا جائے گا، اس دلیل کے پیش نظر جو یہ واجب کرتی ہے۔ کیونکہ ازواج النبی ﷺ کے ایمان کی گواہی موجود ہے اور وہ مومنوں کی مائیں ہیں اور وہ دنیا اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴾ [النور: ۱۱]

''اور جس نے اس (طوفان) کا بیڑا اٹھایا اس کے لیے سخت عذاب ہوگا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جو امہات المومنین پر تہمت تراشتا ہے وہ اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی عیب جوئی کرتا ہے اور وہ قصۂ افک کا بہت بڑا سرغنہ بنا۔ یہ عبداللہ بن ابی منافق کی صفت ہے، اس نے اپنے نفاق کی بدولت ازواج مطہرات پر تہمت تراشی کی اگر اس کا ارادہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے کا ہے تو یہ مباح الدم ہے، یا پھر اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ بات معلوم ہونے کے بعد کہ وہ آخرت میں بھی نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں رہیں گی، انھیں تہمت بازی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ کسی بھی نبی کی کسی بیوی نے کبھی سرکشی (زنا) نہیں کی۔ اسی لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے: ''کون مجھے الزام سے بری کرے گا۔'' جس نے میرے اہل بیت میں مبتلا کر کے مجھے زک پہنچائی، اللہ کی قسم! مجھے صرف اپنے اہل وعیال کے بارے میں نیکی ہی معلوم ہے۔''[1]

اسی حدیث میں ہے: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں آپ ﷺ کو اس کے الزام سے بری کروں گا اگر اس کا تعلق

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٦٣٧، ٤١٤١ وغيرها) و صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٧٠) من حديث عائشة رضي الله عنها.

قبیلہ اوس سے ہوا تو ہم اس کی گردن تن سے جدا کر دیں گے۔"

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی یہ مشاورت کہ ان کی گردنوں کو اڑا دیا جائے، سُن کر انکار نہیں فرمایا، اگرچہ قصہ افک میں حضرت مسطح، حضرت حسان، حضرت حمنہ شامل تھے مگر ان کے بارے میں ایسی سزا وارد نہیں ہوئی، بلکہ انھیں منافقین کی فہرست میں بھی شامل نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس جرم کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان سے کسی کو قتل کروایا بلکہ اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان کو کوڑے لگائے گئے یا نہیں کیونکہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان سے کوئی ایسی علامت ظاہر ہوئی جس سے معلوم ہوتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانا چاہتے تھے اور عبداللہ بن ابی کا معاملہ تو ان سے یکسر تھا وہ تو ارادہ ہی تکلیف پہنچانے کا رکھتا تھا۔

اسی طرح یہ بات بھی ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ متعین نہیں تھا کہ آپ ﷺ کی دنیا والی بیویاں ہی آخرت میں بیویاں بنیں گی، لہٰذا ان بیویوں سے زنا کا صدور عقلی طور پر ممکن تھا اسی بنا پر تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں توقف کیا۔

آیت کا دوسرا رخ:

آیت عمومی ہے مگر کئی سندوں سے یہ مروی ہے کہ "پاکباز عورتوں پر تہمت بازی کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔"● پھر یہ بھی کہا گیا ہے۔● کہ مکہ

● بہت سی احادیث سے ثابت ہے جن میں بخاری و مسلم کی احادیث بھی ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا: "سات برباد کرنے والی چیزوں سے بچو"، اور ان میں پاکباز عورتوں پر تہمت بازی کو بھی ذکر کیا ہے۔ (صحيح البخاري، حديث: ٢٧٦٦ و صحيح مسلم، حديث: ٨٩)

● یہ ابوحمزہ ثمالی کوفی تابعی کا قول ہے۔

کے مشرکوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جب کوئی عورت ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف جانے کا قصد کرتی تو مشرکین مکہ اس پر تہمت تراشتے تھے، اس اعتبار سے مومن عورتوں پر تہمت اس وجہ سے کی جاتی تاکہ ان کے قبول ایمان کے سلسلے کو مسدود کیا جا سکے اور مشرکین مکہ اس تہمت کی وجہ سے مومنوں کو اذیت پہنچانا چاہتے تھے تاکہ انھیں اسلام سے متنفر کیا جا سکے جیسے کہ کعب بن اشرف (یہودی) کا طرزِ عمل تھا۔

اس بنا پر جو یہ کام سرانجام دیتا ہے وہ کافر ہے اور یہ اذیت رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کے مترادف ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے، یہ آیت عام اور مطلق ہے: مگر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ [النور: ۲۳]

''دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی گئی ہے۔''

''لُعِنُوْ'' مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ لعنت کرنے والا مذکور نہیں، اس لیے ممکن ہے اس لعنت کا فاعل اللہ تعالیٰ کے علاوہ فرشتوں اور لوگوں کو قرار دیا جائے، یہ بھی ممکن ہے کہ ایک وقت میں اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کریں، یا پھر ان کے کچھ لوگوں پر لعنت کریں اور دوسرے وقت میں دوسری مخلوق ان پر لعنت کرے، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرتے ہیں جس کی تہمت تراشی دین میں تنقید کا باعث بنتی ہے اور مخلوق کا دوسرے لوگوں پر لعنت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ ان کے خلاف بد دعا کرتے ہیں اور کبھی کبھار اس کا یہ معنی بھی ہوتا ہے کہ وہ ان مرتکبین کو اللہ کی رحمت سے دور رکھتے ہیں اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے جب خاوند اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو وہ دونوں لعان کریں گے (ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے)۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾ [آل عمران: ٦١]

''ہم لعنت بھیجتے ہیں جھوٹوں پر۔''

تہمت تراشنے والے پر لعنت کا مطلب یہ ہے کہ اسے کوڑے لگائے جائیں اس کی گواہی کو رد کر دیا جائے اور اسے فاسق و فاجر قرار دیا جائے، یہ اس کی سزا ہے، اسے امن مقبولیت کے مقامات سے دور کر دیا جائے گا، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور یہ اس آدمی کے خلاف ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے باخبر فرمایا کہ وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہر قسم کی مدد کے ختم کرنے کا ذریعہ قرار پاتی ہے اور اسے رحمت کے اسباب سے دور لے جاتی ہے، اس کی تائید اس فرمان باری تعالیٰ سے ہوتی ہے:

﴿وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ [الأحزاب: ٥٧]

''اور اس نے ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اور رسوا کن عذاب قرآن مجید میں صرف کافروں کے لیے ہی مذکور ہوا ہے، جس طرح ارشاد ہے:

﴿وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [البقرة: ٩٠]

''اور کافروں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

رہا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

﴿وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [النساء: ١٤]

''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے بڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں لے جائے گا وہ

ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔"

یہ وہ شخص ہوگا جو فرائض کا انکار اور استخفاف کرے گا مگر اس کے باوجود یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ عذاب اس کے لیے تیار کر رکھا ہے، عذاب تو کافروں کے لیے تیار کر رکھا ہے، جہنم انھیں کے لیے پیدا کی گئی کیونکہ یہ لازمی طور پر اس میں داخل ہوں گے اور کبھی اس سے نکل نہ سکیں گے۔ اور جو مومن کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کریں گے ان کے لیے گنجائش ہوگی کہ ان کو معاف کر دیا جائے اور جہنم میں داخل نہ کیا جائے اور اگر وہ داخل ہو بھی گئے تو وہ اس سے نکل جائیں گے اگرچہ تھوڑی مدت بعد۔

چھٹی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ [الحجرات: ۲]

"نہ بلند کرو تم اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے۔"

اس آیت کی دلالت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انھیں اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند کرنے سے منع کیا اور اس طرح پکارنے سے بھی منع کیا ہے جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کیونکہ بسا اوقات یہ رویہ اعمال کی بربادی کا سبب بھی بن جاتا ہے اور اس کے فاعل کو اس کا شعور ہی نہیں ہوتا اور جو چیز اعمال کو اکارت کر دے اس کا ترک کرنا واجب ہے، اسی طرح کفر کی وجہ سے بھی نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ﴾ [المائدۃ: ۵]

"اور جو کفر کرے ایمان کے ساتھ یقیناً اس کے عمل ضائع ہو گئے۔"

کفر کے بغیر اعمال ضائع نہیں ہوتے کیونکہ جو ایمان کی حالت میں فوت ہو وہ لازماً جنت میں داخل ہوگا اور اگر اس کے سارے عمل ضائع ہو جائیں تو وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ ہاں! بسا اوقات بعض ایسے اسباب بھی بعض اعمال ضائع کر دیتے ہیں، جیسے احسان جتلانا، یا کسی کو اذیت پہنچانا۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ آواز کو بلند کرنا اور زور سے گفتگو کرنا یہ ایسا عمل ہے جس کے مرتکب کو کافر قرار دینے کا اندیشہ اور اسے اس کا ادراک بھی نہ ہو سکے گا کیونکہ اس میں بے ادبی اور تحقیر ہے حالانکہ اسے اس کا شعور ہی نہیں، اس انسان کا کیا ہوگا جو گالی گلوچ کرتا ہے، آپ ﷺ کی تحقیر کرتا ہے، ارادتاً آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا ہے اور جان بوجھ کر ایسا طرزِ عمل اپناتا ہے، وہ تو بالاولیٰ کافر ہوگا۔

ساتویں دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾
[النور: ٦٣]

"تم رسول ﷺ کو اپنے درمیان اس طرح نہ بلاؤ جیسے تمھارا ایک دوسرے کو بلانا ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [النور: ٦٣]

"پس چاہیے کہ ڈر جائیں وہ لوگ جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے

ہیں کہ پہنچے انھیں فتنہ یا پہنچے انھیں دردناک عذاب۔"

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کریں وہ فتنہ سے ڈر جائیں اور فتنہ سے مراد ارتداد (مرتد ہونا) یا کفر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ [البقرة:]

"ان سے لڑائی کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔"

امام احمد فرماتے ہیں:[1]

"فتنہ سے مراد شرک ہے۔ ممکن ہے کہ جب کوئی شخص کسی فرمان کو رد کر دے تو اس کے دل میں ٹیڑھ پن واقع ہو جائے اور وہ (کجی) اسے ہلاک کر دے اور پھر یہ آیت تلاوت کی:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾

[النساء: ٦٥]

"تیرے رب کی قسم وہ ایمان دار نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ اپنے جھگڑوں میں آپ کو منصف تسلیم کریں۔"

نیز فرمایا:[2]

میں ان لوگوں پر تعجب کرتا ہوں جنھوں نے اسانید اور ان کی صحت کو پہنچانا اور پھر وہ فلاں، فلاں کی رائے کی جانب اپنا میلان رکھتا ہے، امام احمد نے فرمایا۔

---

1. الفضل بن زیاد کی روایت ہے۔
2. امام احمد سے ابو طالب احمد بن حمید المشکانی روایت کرتے ہیں۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ﴾
[النور: ٦٣]

''پس ڈرنا چاہیے ان لوگوں کو جو آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انھیں فتنہ نہ آ گھیرے۔''

تم جانتے ہو فتنہ کیا ہے؟ وہ کفر ہے وہ حدیث کی طرف بلائے جاتے ہیں اور ان کی خواہشات انھیں ''رائے'' کی طرف بلاتی ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والے کو کفر یا دردناک عذاب سے ڈرایا گیا اور اسے کفر تک پہنچایا گیا ہے۔ جب اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے حق کا استخفاف ہوگا تو یہ ابلیس کا فعل ہوگا۔

اور وہ انسان کیسا ہوگا جو اس (استخفاف) سے گھناؤنا جرم کرتا ہے، جیسے وہ گستاخی کرتا ہے یا شان اقدس کی توہین کرتا ہے؟ یہ موضوع انتہائی وسیع ہے اور اس پر اجماع بھی ہو چکا ہے۔ الحمد للہ!

آٹھویں دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا...﴾ [الأحزاب: ٥٣]

''اور تمھارے لائق نہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچاؤ اور نہ تم اس کی وفات کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر یہ حرام قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کیا جائے کیونکہ یہ عمل آپ ﷺ کو

اذیت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی یہ بہت بڑا ہے، پھر جو شخص آپ ﷺ کی بیویوں سے نکاح کرے یا پھر آپ ﷺ کی مملوکہ لونڈیوں سے نکاح کرے اس کی سزا قتل ہے کیونکہ اس نے حرمت کو پامال کیا ہے، گستاخ رسول ﷺ تو بالاولیٰ واجب القتل ہوگا اور اس کی دلیل صحیح مسلم کی حدیث ہے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک آدمی پر رسول اللہ ﷺ کی مملوکہ لونڈی سے بدکاری کا الزام تھا، آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ جب اس کے پاس پہنچے تو وہ کنویں میں پانی سے ٹھنڈک حاصل کر رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: باہر نکل، اس نے اپنے ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے باہر نکالا تو اچانک کیا دیکھا کہ وہ تو خواجہ سرا ہے اس کا عضو تناسل ہی نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر رک گئے اور پھر رسول اللہ ﷺ کو آ کر اطلاع دی کہ وہ تو مخنث ہے اس کا عضو تناسل نہیں، اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ نے قیلہ[2] بنت قیس، جو اشعث کی ہمشیرہ تھیں، سے نکاح کیا اور آپ ﷺ اس سے دخول کیے بغیر فوت ہوگئے اور وہ عورت بھی آپ ﷺ کے پاس آ نہ سکی۔[3]

ایک قول یہ بھی ہے کہ اسے اختیار دیا گیا کہ وہ پردہ کر کے امہات المومنین میں شامل ہو جائے یا پھر وہ طلاق لے کر جس سے مرضی نکاح کر لے تو اس نے نکاح کو اختیار کیا، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عکرمہ نے

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۷۷۱)

[2] اس کا نام قتیلۃ بھی مذکور ہوا ہے۔

[3] اسے ابو نُعیم نے معرفۃ الصحابۃ (۶/ ۳۲۴۵) میں ابن عباس سے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ''الاصابہ'' میں کہا ہے: موصول قوی الاسناد

ان سے نکاح کر لیا، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس معاملہ کی خبر ہوئی تو انھوں نے ان دونوں (قیلہ اور حضرت عکرمہ) کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا، یہاں تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ امہات المومنین میں سے نہیں ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا۔[1]

فصل:

یہی مسئلہ کئی احادیث سے ثابت ہوتا ہے:

پہلی احادیث:

امام شعبی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور الزام تراشی کرتی تھی، ایک آدمی (خاوند) نے اس کا گلا گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مرگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا، اسے ابو داود،[3] ابن بطہ[4] نے روایت کیا ہے، امام احمد نے اس سے استدلال کیا ہے،[5] یہ بھی مروی ہے کہ یہ آدمی نابینا تھا۔[6] یہ عمدہ حدیث ہے اور

[1] اسے ابن جریر نے تفسیر (۱۰/ ۳۲۷) میں عامر الشعبی سے مرسلاً بیان کیا ہے۔

[2] الصارم (۲/ ۱۲۵)

[3] رقم (٤٣٦٢)

[4] سنن ابن بطۃ جیسا کہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے، یہ کتاب طبقات الحنابلة (۳/ ۲۷۰) میں ان کے سوانح عمری میں موجود ہے۔ یہ کتاب گم شدہ کتب کے زمرہ میں ہے۔

[5] عبداللہ نے ان سے (احمد) سے بیان کیا ہے، جیسا کہ الخلال نے الجامع (۲/ ۳۴۱) میں ذکر کیا ہے۔

[6] خلال نے الجامع الأحکام أھل الملل (۲/ ۳۴۱) میں شعبی سے مرسلاً بیان کیا ہے۔

متصل ہے کیونکہ شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔[1] اگرچہ یہ مرسل ہے مگر مکمل طور پر حجت ہے، کیونکہ محدثین کے ہاں شعبی صحیح المراسیل ہے۔ اس کی ہر مرسل صحیح ہے۔[2] یہ قصہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل میں صریح ہے۔

اور یہ اس کی بھی دلیل ہے کہ ذمی واجب القتل ہے، مسلمان مرد وعورت اگر گستاخی کریں گے تو وہ بالاولیٰ واجب القتل ہوں گے۔

دوسری حدیث[3]:

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: ایک نابینے آدمی کی لونڈی تھی، جس کے بطن سے اس کا بیٹا بھی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشنام دیتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کے نشتر چلاتی تو اس نابینے نے باریک نوک دار نیزے والی چھڑی پکڑی اور اسے اس عورت کے پیٹ پر رکھ کر اس پر اتنا زبردست دباؤ ڈالا کہ اسے قتل کر ڈالا، پھر یہ قصہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ اسے امام ابو داود اور امام نسائی نے روایت

---

1. دیکھیے: جامع التحصیل (ص: ٢٠٤) و تحفة التحصیل (١: ١٦٨ب) شعبی کی حضرت علی سے روایت صحیح بخاری (٦٨١٢) میں ہے، بعض محدثین نے اس کی تردید کی ہے۔ امام دارقطنی نے صراحت کی ہے کہ شعبی نے حضرت علی سے صرف یہی حدیث سنی ہے۔ دیکھیے: فتح الباري (١٢/ ١٢١)
2. اسے عجلی نے ذکر کیا ہے، ابن المدینی نے قوت میں شعبی کی مراسیل کو ابن المسیب کی مراسیل سے ملایا ہے۔ دیکھیے: شرح علل الترمذي لابن رجب (١/ ٥٤٣)
3. الصارم (٢/ ١٤٠)

کیا ہے۔[1] امام احمد نے اس سے استدلال کیا ہے۔[2]

ممکن ہے کہ یہ قصہ پہلی حدیث والا ہی ہو کیونکہ یہ عورت بھی یہودن تھی، قاضی ابو یعلی وغیرہ کا یہی قول ہے اور انھوں نے ان دونوں حدیثوں میں مذکور قصہ کو ایک ہی قرار دیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے یہ دوسرا قصہ ہے۔

امام خطابی فرماتے ہیں:[3]

> ''اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ گستاخ رسول ﷺ واجب القتل ہے کیونکہ گستاخی ارتداد ہے۔''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام خطابی کے ہاں یہ عورت مسلمان تھی مگر حدیث میں اس کا ثبوت نہیں ہے بلکہ بظاہر وہ کافرہ ہی معلوم ہوتی تھی، کیونکہ حدیث میں ہے کہ اس کے آقا نے اسے بار بار تنبیہ کی۔ اور اگر وہ مرتد تھی تو اس سے ازدواجی تعلقات قائم رکھنا بھی جائز نہیں تھا اور نہ ہی اتنی طویل مدت اسے ڈھیل دینا تھی۔

تیسری حدیث:

جو امام شافعی کی دلیل ہے کہ ذمی جب گستاخی کرے گا تو واجب القتل

---

[1] ابو داود کی سند سے۔ ابو داود (٤٣٦١) نسائي (١٠٧/٧) دارقطني (٣/ ١١٢) نے بیان کیا ہے۔ الحاكم (٤/ ٣٥٤) بیهقي (٧/ ٦٠) سبھی عثمان الشحام از عکرمة از ابن عباس بہ، امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ابن حجر بلوغ المرام (٢/ ١٣٨) میں فرماتے ہیں: ''اس کے راوی ثقہ ہیں۔''

[2] دیکھیے: الجامع الأحكام أهل الملل للخلا (٢/ ٣٤١)

[3] ''معالم السنن'' (٦/ ١٩٩. مع المختصر)

ہوگا، وہ کعب بن اشرف یہودی کا قصہ ہے، اس کا قصہ مشہور ومعروف ہے۔[1]

اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔''

حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوکر پوچھنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اسے قتل کروانا چاہتے ہیں، ارشاد فرمایا: ''ہاں'' محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کہ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں آپ ﷺ کے خلاف کچھ کہہ سکوں۔[2] آپ ﷺ نے اجازت دے دی، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب کے پاس آئے اور شکایت کرنے لگے کہ اس آدمی نے صدقہ وخیرات مانگ کر ہمارا جینا دوبھر کر دیا ہے، جب کعب نے سنا تو کہنے لگا: ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم! تم ضرور اس آدمی (رسول اللہ ﷺ) سے اکتا جاؤ گے، پھر پورا واقعہ بیان کیا، پھر محمد بن مسلمہ نے اسے موت کی بھینٹ چڑھا دیا، یہ واقعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، کعب نے جب نبی کریم ﷺ کی ہجو کی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے قتل کرنے کا منصوبہ تشکیل دیا، کعب کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھی کو اچانک اغوا کر کے قتل کر دیا گیا ہے حالانکہ وہ ہمارے سردار تھے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر وہ قیام کرتا جیسے دوسرے قیام کرتے ہیں تو اسے اذیت (قتل نہ کیا جاتا) نہ دی جاتی، لیکن اس نے ہمیں تکلیف دی ہے۔[3] اور

---

[1] صحیح البخاري حدیث (۲۵۱۰) و مسلم (۱۸۰۱) وغیرہ، عن جابر بن عبداللہ

[2] زیادۃ متعیّنۃ.

[3] الصارم (۲/ ۱۵۲) میں ہے: ''جیسا اس کے ہم خیال دوسرے زندگی گزار رہے ہیں، وہ قتل نہ کیا جاتا۔''

اشعار کے ذریعے سے ہماری ہجو کی ہے اور تم میں سے کوئی بھی یہ کام کرے گا تو تلوار اس کا کام تمام کرے گی۔"

یہود ذلیل و رسوا ہو کر رہ گئے اور جس دن کعب بن اشرف قتل کیا گیا اس دن سے احتیاط کرنے لگے، کعب (مسلمانوں کا) حلیف تھا، جب اس نے گستاخی کی تو اس کا معاہدہ ٹوٹ گیا، اسی بنا پر تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔"

اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دے گا وہ واجب القتل ہے اور مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گستاخی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتی ہے، لہٰذا اس کا مرتکب واجب القتل ہے۔

چوتھی حدیث[1]:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو نبی ﷺ کی گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے اور جو صحابۂ کرام کی گستاخی کرے اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔"

اسے ابو محمد الخلال، امام ابو القاسم الازجی اور امام ابو ذر الہروی نے روایت کیا ہے، ظاہر ہے کہ اس کا قتل بغیر توبہ کروائے کیا گیا لیکن اس میں عبدالعزیز بن الحسن بن زبالۃ ضعیف روای ہے جیسا کہ شیخ الاسلام نے صراحت فرمائی ہے۔[2]

---

1. الصارم (۲/ ۱۸۸)
2. الصارم (۲/ ۱۹۱) میں فرمایا: ابن زبالۃ اسے مسلسل ہاشمیوں کی سند سے بیان کرتے ہیں اس کے بارے میں دل میں کھٹکا ہے، اس بابرکت سند سے منکر متن جوڑ دیا گیا ہے۔ ذہبی نے میزان (۳/ ۳۴۱) میں ابن زبالۃ کے ترجمے میں اس کی پر نکارت کا حکم لگایا ہے۔ اس کی ایک متابعت بھی موجود ہے، مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اسے عبیداللہ ←

پانچویں حدیث[1]:

عبداللہ حضرت ابو برزۃ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بدتمیزی کی، میں نے اجازت مانگی: اسے قتل کر دوں؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹ پلائی اور ارشاد فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی گستاخی پر قتل نہیں کیا جائے گا۔''

اسے امام نسائی نے بیان کیا ہے۔[2] ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گستاخی کی تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا، اسے امام ابو داود نے السنن میں بیان کیا ہے۔[3] علماء کی ایک جماعت نے اس سے استدلال کیا ہے کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قتل کیا جائے گا، جن علماء میں امام ابو داود، امام اسماعیل بن اسحاق، امام ابوبکر بن عبدالعزیز اور قاضی ابو یعلی وغیرہ شامل ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے فی الجملہ جو بھی گستاخی کرے گا، اس کا قتل جائز ہے اور یہ ہر مسلمان اور کافر کے لیے عام ہے۔

چھٹی حدیث[4]:

عصماء بنت مروان کا واقعہ ہے، جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان

← العمری از ابن ابی اویس از ہاشمیین بیان کرتے ہیں۔ اسے طبرانی نے الاوسط (۵/ ۳۵، ۳۶) الصغیر (۱/ ۳۹۳) میں بیان کیا ہے۔ عمری جھوٹ کی تہمت سے متہم ہے۔

1. یہ عبداللہ بن قدامة بن عَنَزَة أبو السوار العنبری ہے، ثقة من رجال التهذيب.
2. سنن النسائي (۷/ ۱۰۸، ۱۰۹) اس کی سند صحیح ہے۔
3. سنن أبو داود حديث (٤٣٦٣) اسی طرح نسائی (۷/ ۱۱۰-۱۱۱) عبداللہ بن مطرف بن الشخیر از ابو برزۃ بیان کرتے ہیں۔
4. الصارم (۲/ ۱۹۵)

کرتے ہیں کہ قبیلہ خطمہ کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو کی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: "من لي بها"

"اس عورت سے میرا انتقام کون لے گا؟"

اس کی قوم کے ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا کام تمام کروں گا، وہ آدمی گئے اور اسے قتل کر ڈالا تو رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی آپ ﷺ نے فرمایا: ((لا ينتطع بها عنزان)) "اس معاملہ میں دو رائے نہیں ہیں۔"[1] اہل المغازی کے ہاں اس کا واقعہ بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے، اس عورت کے قاتل کا نام عمیر بن عدی تھا تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے چند اشعار میں ان کی مدح سرائی کی۔[2]

بنو وائل، بنو واقف اور خطمۃ، بنو خزرج کے علاوہ جب تمھاری بہن نے گریہ زاری سے اپنی ہلاکت کو بلایا تو اموات واقع ہو رہی تھیں، جب اس کے پسینے نے ایک معزز نوجوان کو جھنجھوڑا جو لین دین کے اعتبار سے انتہائی عمدہ ڈھنگ کا مظہر تھا، پس اس نے اسے جسم کے اندرونی خون سے لت پت کر دیا، صبح سے تھوڑی دیر پہلے اور وہ بھاگ نہ سکی، پس تجھے اللہ جنت کی نعمتوں کی ٹھنڈک دے، بہترین داخل ہونے کی جگہ میں۔

---

[1] اسے واقدی نے المغازی (۱/ ۱۷۲۔ ۱۷۳) میں منقطع سند سے بیان کیا ہے، ابن سعد (۲/ ۲۷) وغیرہ نے ان کی پیروی کی ہے۔ ابن عدی نے الکامل (۶/ ۱٤٥٠) خطیب نے تاریخ بغداد (۱۳/ ۹۹) میں محمد بن الحجاج ابو ابراہیم الواسطی از مجالد از شعبی از ابن عباس بیان کرتے ہیں۔ اس سند میں محمد بن الحجاج الواسطی کو متعدد علماء نے جھوٹ اور وضع حدیث سے متہم کیا ہے۔

[2] الديوان (۱/ ٤٤٩) وسيرة ابن هشام (۲/ ٦۳۷)

اس کا قتل رمضان المبارک کے ختم ہونے سے پانچ دن پہلے جب رسول اللہ ﷺ معرکہ بدر سے واپس پلٹے ہوا، یہ واقعہ اصحاب السیر نے بھی کیا ہے جسے امام ابن سعد، امام العسکر یم، ابو عبید نے الاموال میں اور واقدی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔[1] یہ واقعہ انتہائی مشہور ہے اسے رسول اکرم ﷺ کی گستاخی کی وجہ سے قتل کیا گیا ہے۔

ساتویں حدیث[2]:

ابو عفک یہودی کا قصہ ہے جسے اہلِ مغازی اور سیرت نے نقل کیا ہے۔[3] اس کا طریقہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتا، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ میدان بدر کی طرف نکلے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زبردست کامرانی عطا فرمائی تو اس نے حسد کیا اور آپ ﷺ کے متبعین کی مذمت کی اور انتہائی قبیح جملہ یہ کہا، ان کا معاملہ ایک سوار چھین گیا، خواہ وہ حرام ہو یا حلال ہر دو صورتوں میں ہے۔

حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے قتل کرنے کی نذر مانی ہے اور امام احمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ وہ یہودی تھا۔ مگر اہل مغازی کی یہ روایت ہے لیکن یہ درست ہے کہ یہ قصہ تقویت پہنچانے والا، تاکید کرنے والا اور موید ہو۔

---

[1] الأموال لأبي عبيدالله (٢/ ١٩٤، حديث: ٤٨٥)

[2] الصارم (٢/ ٢١١)

[3] واقدی نے المغازي (١/١٧٤) نے روایت کیا ہے، دیکھیے: سیرت ابن ہشام (٤/ ٦٣٥۔٦٣٦)

آٹھویں حدیث:

انس بن زنیم الدیلی کا واقعہ ہے۔ اہل سیر کے ہاں یہ معروف واقعہ ہے، ابن اسحاق اور واقدی وغیرہ نے اسے ذکر کیا ہے۔[1] اس نے بھی رسول اللہ ﷺ کی ہجو کی، قبیلہ خزاعہ کے ایک غلام نے جب اس کی گستاخی سنی تو اسے پتھر مارا، رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا تھا، جب اسے معلوم ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس معذرت کرتے ہوئے آیا اور آپ ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ کہا:

آپ وہی تو ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں آپ کے حکم کی اہمیت ہے
بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی ہدایت دی اور کہا آپ کے لیے گواہی دے
کسی اونٹنی نے اپنے کجاوے پر ایسا سوار نہیں اٹھایا
جو نیکی اور عہد کی پاس داری میں محمد ﷺ سے زیادہ ہو
جان لیجیے، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے پکڑ سکتے ہیں
اور آپ کی دھمکی ہی ہاتھ سے پکڑنے کے مترادف ہے
جان لیجیے! اے اللہ کے رسول ﷺ آپ تہام اور منجد سے ہر باشندے پر قادر ہیں۔
رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ میں نے ان کی ہجو کی
جبکہ میرا ہاتھ میرے کوڑے سے میری طرف نہیں بڑھا[2]

---

[1] سیرة ابن هشام (۲/ ۴۲۴) مختصراً، و مغازی الواقدی (۲/ ۷۸۲۔۷۹۱)

[2] السیرۃ میں یوں ہے: ''انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی ہے کہ میں نے ان کی ہجو کی ہے، میرا ہاتھ اس وقت بھی میرے کوڑے کی طرف نہیں بڑھا۔

سوائے اس کے میں نے کہا: اے نوجوان بربادی
وہ موسم بہار کے انتہائی عمدہ دن میں نحوست سے قتل کیے گئے
میں نے کسی کی عزت پامال نہیں کی اور نہ کسی کا خون بہایا[1]
اے حق شناس اور سیدھی راہ کے مسافر ذرا غور کیجیے[2]

جب رسول اللہ ﷺ کو اس کا قصیدہ اور معذرت نامہ پہنچا، نوفل بن معاویہ الدیلی نے اس کے بارے میں بات چیت اور سفارش کی اور انس بن زنیم کو قبیلہ بنو خزاعہ کے آدمی نے پتھر سے زخمی بھی کیا تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے اس سے چشم پوشی کر لی ہے۔''

نوفل کہنے لگے: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں! پھر انس آئے اور معذرت کی اور کہا لوگوں نے اس پر جھوٹ بولا ہے۔ اس میں دلالت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش سے دس برس کے لیے مصالحت کی اور اس میں خزاعہ اور بنو بکر بھی داخل تھے۔[3] پھر یہ آدمی معاہد (حلیف) تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو کی جو اس کے بارے میں کہا گیا اور اسے آدمی نے زخمی کیا اگر انھیں معلوم ہو جاتا کہ حلیف نبی ﷺ کی ہجو کرے تو یہ ان چیزوں میں ہے جن سے انتقام واجب ہے وہ ایسا نہ کرتے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اسی بنا پر اس کے خون کو رائیگاں فرمایا۔ یہ اس

---

[1] في السيرة: "...لا ديناً فتقت"

[2] في السيرة "تبين"

[3] بنو خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے اور بنو بکر قریش کے حلیف تھے۔

بات کی دلیل ہے کہ حلیف جو ہجو کرے اس کا خون مباح ہوگا پھر وہ اپنے اشعار میں اسلام کا اظہار کرتا ہے باوجود کہ اس نے اپنی ہجو سے بھی براءت کا اظہار کیا اور اس نے ان لوگوں کی گواہی بھی رد کر دی جنھوں نے اس کے خلاف گواہی دی کیونکہ وہ اس کے دشمن تھے اور ان کے مابین جنگیں اور جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں، اس عمل سے اس کا خون مباح نہ ہوتا تو انھوں نے اسے قتل کے لیے ہجو کو سہارا کیوں بنایا؟

پھر ان کے اسلام لانے کے بعد اور اپنی معذرت پیش کرنے کے بعد اور مخبروں کی تکذیب کے بعد اور رسول اللہ ﷺ کی مدح کے بعد، اس نے معافی مانگی کہ اس کا خون بہایا نہ جائے اور معافی اسی وقت ہوتی ہے جب گناہ کے مرتکب کو سزا دینے کا جواز موجود ہو۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے مسلمان ہونے کے باوجود اور معذرت کرنے کے باوجود سزا کا استحقاق رکھتا تھا، مگر رسول اللہ ﷺ نے بردباری اور سخاوت کی وجہ سے اس سے چشم پوشی فرمائی باوجود اس کے کہ یہ عہد ہدنہ (جنگ کے بعد صلح یا وقفہ جنگ بندی میں فریقین تیاری کرتے ہیں) تھا، عہد جزیہ (زمین کا خراج) نہ تھا اور جو جنگ کے بعد صلح کرتا ہے اور اپنے شہر میں مقیم ہوتا ہے وہ اپنے شہر میں جو چاہے کرے اس کا عہد اسی وقت ٹوٹے گا جب وہ جنگ کرے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جو جنگ کی قسم ہے بلکہ اس سے بھی سخت ہے اور جو ہجو کا ارتکاب کرتا ہے اس کے ذمے کی کوئی پاس داری نہیں۔

نویں حدیث:[1]

ابن ابی سرح کا واقعہ ہے، یہ بھی ان واقعات میں سے ایک ہے جن پر

[1] الصارم (۲/ ۲۲۹)

اہل علم کا اتفاق ہے اور یہ ان کے ہاں اس قدر شہرت یافتہ ہے کہ احاد راویوں کی روایت سے مستثنیٰ ہے۔

قصہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے روز عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کے پاس چھپ گئے۔ حضرت عثمان نے انھیں اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کھڑا کیا، عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عبداللہ سے بیعت کیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اوپر اٹھایا اس کی طرف نگاہ دوڑائی، تین بار دیکھا، ہر مرتبہ انکار کر رہے تھے، تین بار کے بعد بیعت کر لی پھر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

"کیا تم میں کوئی دانشمند آدمی نہیں، جس وقت میں نے اس سے بیعت لینے سے اپنے ہاتھ کو روک رکھا تو وہ اسے قتل کر دیتا۔"

صحابہ کرام گویا ہوئے کہ ہمیں کیا معلوم آپ کے دل میں کیا ہے؟ آپ ذرا آنکھ سے اشارہ فرما دیتے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نبی کے یہ لائق نہیں کہ اس کی آنکھ خیانت کرنے والی ہو۔"[1]

امام ابو داود نے اسے سنن میں صحیح سند سے بیان کیا ہے، اسی طرح امام نسائی نے بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون بھی رائیگاں قرار دیا۔ یہ حضرت عثمان کا

---

[1] ابو داود، حدیث (۲٦۸۳، ٤۳٥۹) سنن سائي (۷/ ۱۰٥۔ ۱۰٦) الحاكم (۳/ ٤٥) بيهقي (۷/ ٤٠) سبھی احمد بن المفضل کی سند سے اور وہ از اسباط بن نصر الہمدانی زعم السدی از مصعب بن سعد عن أبیہ بہ۔ اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے، ذہبی نے موافقت کی ہے، اسے شیخ الاسلام اور البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ دیکھیے: السلسلة الصحيحة، حديث (۱۷۲۳)

رضاعی بھائی تھا، جب حضرت عثمان نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کی سفارش کی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا، ابن ابی سرح پہلے اسلام لایا پھر مرتد ہوگیا اور مشرکوں سے جا ملا، یہ رسول اللہ ﷺ کا کاتب وحی تھا، جب یہ مشرکوں کے پاس پہنچا تو انھیں کہنے لگا: میں وحی میں جیسے چاہتا تصرف کرتا تھا اور وہ مجھے حکم دیتے کہ میں ان کے لیے کوئی چیز لکھوں، میں انھیں کہتا: اس طرح، اس طرح؟ وہ کہتے: ہاں، یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے: علیم حکیم تو وہ کہتا: عزیز حکیم لکھ لوں تو آپ ﷺ فرماتے: ہاں دونوں یکساں ہیں۔[1]

کہا گیا ہے کہ اسی شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ [الأنعام: ٩٣][2]

"اور اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے یا وہ کہتا ہے میری طرف وحی کی گئی حالانکہ اس کی طرف کچھ وحی نہیں کی گئی اور جو شخص یہ کہے میں بھی ایسا قرآن اتاروں گا۔"

جیسے اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے: اس میں دلالت یہ ہے کہ اس آدمی نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے کہ وہ آپ کی وحی کی تکمیل کرتا اور جو چاہتا ہے وہ لکھتا اور رسول اللہ ﷺ اسے اسی طرح برقرار رکھتے تھے، یہ بھی گستاخی کی ایک قسم ہے، جب اسی طرح کا افترا ایک اور ایک کاتب نے باندھا تو اللہ تعالیٰ

---

[1] انظر السیرة (٢/ ٤٠٩) لابن هشام.

[2] دیکھیے: تفسیر الطبری (٥/ ٢٦٨) الأسباب النزول (ص: ٢٥٤) والدر المنثور (٣/ ٥٥، ٥٦)

نے اسے توڑ ڈالا اور اسے انجام سے دو چار کرنے کے لیے موت دے دی جب بھی لوگ اسے دفن کرتے زمین اسے باہر نکال پھینکتی۔[1] یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی گستاخی کا انتقام خود ہی لے لیتا ہے، ابن ابی سرح کا خون کا حلال ہونا اس کے بعد کہ وہ تائب ہو کر اور مسلمان بن کر آیا اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان: ''تم نے اسے قتل کیوں نہیں کیا؟'' پھر اس کے بعد اسے معافی دے دینا، اس بات کی نشانی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس اختیار ہے کہ اسے قتل کر دیں یا اسے معاف کر دیں، یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اختیار ہے کہ جو آپ ﷺ کی گستاخی کرے اسے قتل کروا دیں اگرچہ وہ توبہ تائب ہو کر اسلام کی طرف پلٹ آئے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ ابن ابی سرح فتح مکہ سے پہلے اسلام کی طرف پلٹ آیا تھا[2] اور حضرت عثمان کو کہنے لگا: ''میرا جرم بہت سنگین ہے اور میں توبہ تائب ہو کہ آیا ہوں۔''[3] پھر فتح مکہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے رسول اکرم ﷺ کے پاس لے آئے، لوگ اس کی توبہ کے بعد ٹھنڈے پڑ گئے۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ کوئی مسلمان اسی وقت اس کا کام تمام کر دے، آپ ﷺ تھوڑی دیر اس کے مقتول ہونے کا انتظار کرتے رہے، بعض لوگوں نے خیال کیا کہ عنقریب یہ موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا، یہ

---

1. اس کے واقعے کو امام بخاری حدیث (۳۶۱۷) اور امام مسلم حدیث (۲۷۸۱) نے حضرت انس سے بیان کیا ہے۔
2. شیخ الاسلام نے الصارم (۲/ ۲۳۵) میں قطعی طور پر اس کی صحت کو ثابت نہیں کیا ہے، بلکہ فرمایا: عکرمۃ سے مروی ہے اور مزید فرمایا: کچھ نے یہ بھی ذکر کیا ہے ابن ابی سرح دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے۔
3. المغازي (۲/ ۸۵۵) میں اس کا واقعہ موجود ہے۔

سب سے واضح دلیل ہے کہ اس کے اسلام لانے کے بعد اسے قتل کیا جائے گا، جان لیجیے! ابن ابی سرح اور دوسرے عیسائی کاتب رسول اللہ ﷺ پر یہ بہتان تراشنا کہ وہ ان دونوں سے سیکھا کرتے تھے، واضح ترین بہتان ہے۔

رسول اللہ ﷺ صرف وحی کچھ لکھواتے جو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر نازل فرماتے تھے اور آپ ﷺ کو حکم بھی یہی تھا کہ قرآن کو اسی طرح برقرار رکھیں جیسے اللہ تعالیٰ نے وحی کی ہے اور اس میں تصرف کا کوئی اختیار نہ تھا۔[1] بلکہ اسی طرح تصرف فرماتے تھے جیسے اللہ تعالیٰ چاہتے تھے۔

قرآن مجید میں مختلف قراءتیں:

پھر اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان کاتبوں کی تحریر کو رسول اللہ ﷺ نے برقرار رکھا یعنی جو چیز رسول اللہ ﷺ نے ابتداءً نہیں لکھوائی، یا پھر آپ ﷺ نے اس کاتب کو کچھ کہا؟ دو قول ہیں:

۱۔ پہلا قول کہ عیسائی اور ابن ابی سرح نے تو سرتاسر بہتان تراشی کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے جو چیز نہیں لکھوائی اس کو برقرار رکھنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔[2] بلکہ ان دونوں نے بہتان تراشی کی ہے تاکہ وہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ سے متنفر کر سکیں۔

۲۔ دوسرا قول کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کاتب کو کچھ نہ کچھ کہتے تھے مثلاً آپ املا کرواتے ہوئے فرماتے تھے:

"سمیعاً بصیراً" وہ لکھتا: "سمیعاً علیماً" آپ ﷺ اسے فرماتے

---

[1] في مطبوعة الصارم ولا ينصرف له وما في المختصر اصح.

[2] في الأصل على كتابة ما غيرم...! وهو سهو.

"دَعْهُ" اسے چھوڑ دو وغیرہ۔[1] اور کبھی کبھار ان دونوں حرفوں میں ہر حرف نازل ہوتا ہے، آپ ﷺ اسے فرماتے اس طرح لکھ اور اگر تو چاہے تو اس طرح لکھ ان میں ہر ایک درست ہے اور رسول اللہ ﷺ سے یہ صراحت موجود ہے کہ قرآن سات حروف میں اتارا گیا ہے ہر حرف کافی و شافی ہے، اگر آپ ﷺ کہیں عزیز حکیم یا غفور رحیم تو درست ہے جب تک رحمت کی آیت عذاب کی آیت پر اور عذاب والی آیت رحمت ختم نہ ہو۔[2]

احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سبعہ احرف سے مراد، جس سے قرآن مجید اتارا گیا یہ ہے کہ ایک آیت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کے جو اسماء ہیں ان اسماء میں بدل جائز ہے، قاری کو اختیار ہے کہ وہ قراءت میں ان اسماء میں سے کوئی اسم پڑھ لے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان حروف میں اختیار دیتے کہ وہ جسے چاہے ان حروف میں لکھ لے اور بسا اوقات رسول اللہ ﷺ نے ایک حرف کی قراءت کی ہوتی تو آپ ﷺ سے کہا جاتا کہ اس طرح بھی درست ہے، کیونکہ آپ ﷺ بکثرت دو حرفوں میں سے اختیار دے دیتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے: "ہاں دونوں الفاظ برابر ہیں" کیونکہ آیت اکٹھی دونوں حرفوں پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ اسے برقرار رکھتے۔

---

[1] اسے احمد (۳/ ۲۴۵۔ ۲۴۶) نے ثابت از انس سے بیان کیا ہے۔ پھر اسی طرح (۳/ ۱۲۰۔ ۱۲۱) میں بیان کیا ہے، ابن حبان نے الاحسان (۲/ ۶۲) میں حمید از انس کی سند سے بیان کیا ہے، شیخ الاسلام نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (۲/ ۲۴۲)

[2] یہ حدیث متواتر احادیث میں شمار ہوتی ہے، کتب صحاح، سنن اور مسانید کے مؤلفین نے اس کی تخریج کی ہے، اس کی بعض سندوں میں کچھ زائد الفاظ اور اضافے بھی ہیں اور مذکورہ الفاظ مختلف متعدد مرویات سے اخذ کردہ ہیں ہیں، دیکھیے: قطف الأزهار (ص: ۱٦۳) المرشد الوجيز (ص: ۷۷۔ ۹۵ لأبي شامة)

پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض حروف کو اس وقت منسوخ کر دیا جب حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے رمضان المبارک میں قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور عرضہ آخیرہ (آخری دور) میں قرآن مجید کی قراءت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قراءت پر روک دی گئی اور اسی قراءت کو آج بھی پڑھا جاتا ہے اسی قراءت پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے لوگوں کو جمع کیا، ایک دوسری سند سے یوں بھی مروی ہے۔[1] کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتا کہ میں تعلمون لکھوں یا تفعلون تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے: اس میں سے جو چاہے وہ لکھ لے، اللہ تعالیٰ اسے درست لکھنے کی توفیق عطا فرما دیتے اور وہ ان دونوں حرفوں میں سے جو اللہ تعالیٰ جو زیادہ پسند ہوتا وہ لکھ دیتے بشرطیکہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہوں یا پھر وہی لکھتے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہوتا، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ اختیار اس بات کی علامت ہے کہ جو نازل کیا گیا ہے اس میں وسعت ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت میں وثوق ہے۔[2] اور اس کی بات نشانی ہے کہ آپ ﷺ صرف وہی لکھتے ہیں جو نازل کیا جاتا ہے، یہ اس کتاب، جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اٹھا رکھی ہے، میں کوئی منکر چیز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی ضمانت دی ہے کہ باطل نہ تو اس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے۔

بعض علماء نے اس کی ایک تیسری توجیہ بھی پیش کی ہے کہ کاتب بسا اوقات

---

[1] امام احمد نے اسے الناسخ والمنسوخ میں بیان کیا ہے، جیسا کہ الصارم (۲/ ۲٤٥) میں ہے۔ امام احمد اور ابن ابي حاتم نے اس کی سند بیان کی ہے، جیسا کہ الدر المنثور (۳/ ٥٥) میں مختصر طور پر مروی ہے، اس کی سند ارسال کے ساتھ سخت ترین ضعیف بھی ہے۔

[2] كذا استظهرت، والكلمتان غير محررتين في النسخة، وفي الصارم "او ثقة بحفظ الله..."

رسول اللہ ﷺ سے آیت سنتا حتی کہ ایک یا دو کلمے باقی رہ جاتے تو وہ باقی حصے سے استدلال کرتے ہوئے اس کی تکمیل کر دیتا جیسا ایک ذہین اور حاذق آدمی کا وظیفہ ہوتا ہے وہ اسے لکھتا اور پھر اس کی قراءت رسول اللہ ﷺ پر کرتا آپ ﷺ ارشاد فرماتے: ''اسی طرح اتارا گیا ہے۔''

جیسے اسی طرح کا اتفاق حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب سے بھی اس فرمان میں ہے:

﴿فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾ [المؤمنون: ١٤] [1]

شیخ الاسلام فرماتے ہیں پہلا قول سب سے عمدہ قول ہے۔

دسویں حدیث[2]:

دو لونڈیاں جو رسول اللہ ﷺ اور بنی ہاشم کے خلاف ہجو کرتی تھیں۔[3]

اہل سیرت کے ہاں یہ مشہور و معروف ہے، رسول اللہ ﷺ نے ابن خطل کی دو لونڈیاں، جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتی تھیں، کے قتل کا حکم صادر فرمایا، ان میں سے ایک قتل کی گئی اور دوسری رو پوش ہوگئی، یہاں تک کہ اسے جان کی امان دی گئی، اسے محمد بن عائذ، ابن اسحاق اور عبداللہ بن حزم نے نقل کیا ہے۔

---

[1] اسے طیالسی نے مسند (ص: ۹، رقم: ۴۱) میں ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر بحوالہ الدرر المنثور (۵/۱۲) نے از انس از عمر بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا: ''میں نے اپنے رب کی چار چیزوں میں موافقت کی ہے، جس میں یہ آیت بھی شامل ہے۔''
اسے طبرانی (الكبير ١١/ ٤٣٩) ابن مردویہ بحواله: الدرر (٥/ ١٤) ابن عباس سے بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں کلام ہے۔ دیکھیے: مجمع الزوائد (٩/ ٧١)

[2] الصارم (٢/ ٢٣٩)

[3] دیکھیے: مغازی الواقدی (٢/ ٨٥٩) و سيرة ابن هشام (٢/ ٤٠٩ ـ ٤١٠)

ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں لونڈیاں ابن خطل کی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن خطل کے ساتھ ان کا بھی کام تمام کر دیا جائے اور ان دونوں کے واقعہ پر اہل سیرت کا اتفاق ہے اور مشہور واقعہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض کفر اصلی کی بنیاد پر کسی عورت کو جان بوجھ کر قتل کرنا بالاجماع جائز نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ کی یہ سنت بھی معروف ہے کہ آپ ﷺ عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں عورتوں کو اس وجہ سے قتل کرنے کا حکم دیا کہ یہ اپنے اشعار میں ہجو کیا کرتی تھیں اور جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرے اور آپ ﷺ کی گستاخی کرے وہ ہر حالت میں واجب القتل ہے۔

گیارہویں حدیث:

رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے سر پر لوہے کا خود (ٹوپی) تھی۔ جب آپ ﷺ نے اسے اتارا، ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: ابن خطل کعبہ کے پردہ سے لٹکا ہوا ہے۔

ارشاد فرمایا: ''اسے قتل کر ڈالو۔''

یہ واقعہ بھی انتہائی معروف ہے، صحیح بخاری اور مسلم میں موجود ہے اور وہ مقتول ہوگیا۔[2]

اس کا جرم یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے عامل زکوۃ بنا کر بھیجا اور اس

---

[1] ان میں سے صحیح بخاری حدیث (۳۰۱۴) و مسلم حدیث (۱۷۴٤) کی حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا، جب آپ نے بعض جنگوں میں کسی مقتول عورت کو دیکھا۔''

[2] البخاري، رقم (١٨٤٦) و مسلم، رقم (١٣٥٧) من حديث انس.

کی خدمت میں ایک خادم بھی روانہ کیا اسے اپنے ساتھی پر اس وجہ سے غصہ آ گیا کہ اس نے اس کے لیے کھانا تیار نہیں کیا تو اس نے اپنے خادم کو قتل کر دیا، پھر اسے اندیشہ لاحق ہوا کہ اسے بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا، اس لیے یہ مرتد ہو گیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گیا اور رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرنے لگا، اپنی لونڈیوں کو حکم دیتا وہ اس ہجو کو گاتیں۔

گویا تین جرائم اس کے خون کو مباح کر گئے، جان کا قتل، ارتداد اور ہجو۔

اسے قتل کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ اس پر قصاص تھا۔ اس لیے چاہیے یہ تھا کہ وہ مقتول کے اولیاء، قبیلہ خزاعہ کے سپرد کیا جاتا یا تو وہ اسے قتل کرتے، یا معاف کر دیتے یا پھر دیت لے لیتے۔

محض ارتداد کی بنا پر بھی قتل درست نہیں تھا کیونکہ مرتد سے توبہ کروائی جائے گی اور اگر وہ مہلت مانگے تو اسے مہلت بھی دی جائے گی اور یہ ابن خطل اپنے گھر سے بھاگا پناہ طلب کرتے ہوئے، امان چاہتے ہوئے، جنگ ترک کرتے ہوئے، اسلحہ پھینکتے ہوئے مگر ان سب چیزوں کے جاننے کا باوجود رسول اللہ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور جو صرف مرتد ہوتا تھا آپ ﷺ کا یہ طریقہ نہ ہوتا کہ اُسے قتل کر دیا جائے لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ قتل کا حکم ہجو اور گستاخی کی وجہ سے تھا۔

بارہویں حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی گستاخی کی وجہ سے ایک جماعت کے قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اور اسی بنا پر ایک جماعت کو موت کے گھاٹ اتارا بھی گیا باوجود کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں، جو ان کے قائم مقام کافر اور جنگجو تھے، سے چشم پوشی بھی فرمائی، جس طرح کہ پہلے حضرت ابن المسیب کے حوالے سے گزر چکا

ہے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے روز ابن الزبعری کے قتل کا حکم ارشاد فرمایا۔[1]

امام ابن اسحاق رقمطراز ہیں[2]:

جب رسول اللہ ﷺ طائف سے پلٹ کر مدینہ تشریف لائے تو بجیر بن زُہیر نے اپنے بھائی کعب بن زُہیر کو خط لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں ان لوگوں کو قتل کروا دیا ہے۔[3] جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو کی اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچائی اور قریش کے جو شعرا مثلاً ابن الزبعری اور ہبیرۃ بن ابی وہب وہ اِدھر اُدھر بھاگ چکے ہیں، ابن الزبعری نے تو نجران کا رُخ کیا، پھر اسلام قبول کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے اپنی توبہ اور معذرت میں انتہائی عمدہ اشعار کہے آپ ﷺ نے گستاخی کی وجہ سے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا، باوجود یہ کہ آپ ﷺ نے سبھی اہل مکہ کو امان دی ہے ہاں وہ شخص جس کا جرم اسی کے مثل تھا۔

ان لوگوں میں سے عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ اور ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب تھے اور اس کا رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں واقعہ مشہور ہے۔[4] حالانکہ ابوسفیان آپ ﷺ کا رضاعی بھائی تھا، حضرت حلیمہ نے اسے بھی دودھ پلایا، مگر رسول اللہ ﷺ اپنی ہجو اور اپنے صحابۂ کرام کی ہجو کی وجہ سے اس

---

[1] ابن سعد نے اسے الطبقات (۲/ ۱٤۱) میں ذکر کیا ہے۔ شیخ الاسلام الصارم (۲/ ۲٦۷) میں فرماتے ہیں: سعید بن المسیب کی مراسیل عمدگی کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں، بعض اہل مغازی اسے ذکر نہ کریں تو یہ اسے نقصان نہیں دیتی، یعنی ابن الزبعری کا قصہ۔ اور جو کسی چیز کو ثابت کرے اسے ذکر کرے وہ اس کے خلاف حجت ہے، جو اسے ثابت نہیں رکھتا۔

[2] دیکھیے: السیرۃ النبویۃ لابن ھشام (۲/ ۵۰۱)

[3] وقع في الأصل رجلا وھو سھو.

[4] دیکھیے: المغازي للواقدي (۲/ ۸۰٦۔ ۸۱۰) و السیرۃ (۲/ ٤۰۰، ٤۰۱) اشعار اس میں ہیں۔

کے خون کو بھی رائیگاں قرار دیا ہے، یہاں تک وہ آیا اور معذرت کی اور اسلام قبول کیا، حضرت عباس جو رسول اللہ ﷺ کے چچا کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر کو اپنا سفارشی بنایا، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اپنے اسلام اور معذرت کے حوالے سے اشعار کہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا دل پسیج گیا۔

لعمرك إني يوم أحمل راية
لتغلب خيل اللاتِ خيل محمد
لكا لمدلج الحيران أظلم ليله
فهذا أواني حين أهدى وأهتدي
هداني هاد غير نفسي ودلني
على الله من طردت كل مطرد

تیری عمر کی قسم! میں نے ایسے دن جھنڈا اٹھایا
جب لات کے شہسوار محمد ﷺ کے شہسواروں پر غالب آ گئے
جیسے سرگرداں رات کو چلنے والا جب رات انتہائی گہری ہو جائے
یہ میرا ایسا وقت ہے جب مجھے ہدایت کی گئی اور میں ہدایت یافتہ ہو گیا
میرے ضمیر کے علاوہ مجھے کسی اور نے راہنمائی کی
اللہ کی طرف، میں علیحدہ ہو گیا ہر حقیر چیز سے

اور باقی اشعار بھی ذکر کیے۔

ایک روایت میں یوں ہے،[1] کہا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اجازت نہ دی، رسول اللہ ﷺ کی بیوی حضرت ام سلمہ نے عبداللہ بن ابی امیہ اور ابوسفیان بن الحارث کے بارے میں گفتگو کی کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا ازدواجی رشتہ ہے، آپ ﷺ کی پھوپھی

[1] اسے واقدی نے مغازی میں بیان کیا ہے۔ (۲/ ۸۱۰)

کا بیٹا ہے، آپ کے چچا کا بیٹا ہے اور آپ کا بھائی ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو مسلمان بنا کر لایا ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ مل کر بدبخت نہیں ہوسکتے، آپ ﷺ نے ان لوگوں کو بھی معافی دی ہے جن کا جرم ان دونوں کے جرم سے سنگین تھا اور آپ ﷺ لوگوں میں سے سب سے زیادہ ان کے جرم کو معاف کرنے والے ہیں، آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:

"اس نے مجھے بے عزت کیا ہے، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔"

جب یہ بات ابوسفیان تک پہنچی، اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ تو کہنے لگا، اللہ کی قسم! وہ میری معذرت کو قبول کرے گا یا پھر میں اپنے بیٹے کے ہمراہ صحرا میں بھوکا اور پیاسا تڑپ تڑپ کر جان دے دوں گے۔ آپ ﷺ تو لوگوں میں سے سب زیادہ بردبار ہیں، سب سے زیادہ احترام کرنے والے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا دل اسی وقت پسیج گیا، آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی اور وہ دونوں مسلمان ہوگئے اور ان کا اسلام انتہائی عمدہ رہا۔

عبداللہ بن ابی امیہ طائف میں مقتول ہوگئے اور ابوسفیان خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا ،رضي الله عنهما، وجہ دلالت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان بن الحارث کا خون رائیگاں قرار دیا، حالانکہ دیگر سرداران قریش جو جہاد کے خلاف اپنی جانوں اور اموال کو خوب خوب پیش کرتے تھے، کا خون رائیگاں قرار نہیں دیا۔ ابوسفیان کا جرم رسول اللہ ﷺ کی گستاخی اور ہجو کے علاوہ اور کچھ نہ تھا، پھر وہ مسلمان ہوگئے اور آپ ﷺ پھر بھی اس سے اعراض کرنے لگے، حالانکہ آپ ﷺ کا طرزِ عمل تو یہ تھا کہ آپ ﷺ کنارہ کشی کرنے والوں سے الفت ڈالنے کی جستجو کرتے، ابوسفیان تو آپ ﷺ کے خاندان کا آدمی تھا! معلوم ہوا کہ اس نفرت کا سبب توہین رسالت تھا، جیسا کہ

حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔[1]

اسی طرح فتح مکہ کے روز چھ آدمیوں کو قتل کرنے کا حکم جاری فرمایا:

''ابن ابی سرح، ابن خطل، الحویرث، مقیس، عکرمۃ اور ھبار۔''[2]

ابوسفیان کا واقعہ ان لوگوں سے زیادہ مشہور ہے، اسے کئی محدثین نے بیان کیا ہے۔[3] اور ان میں سے اکثر مرسل ہیں اور مرسل جب کئی مختلف سندوں سے مروی ہو بالخصوص جو اس کا اہتمام کرے اس کی مرسل مسند کی طرح ہوتی ہے، بلکہ اہل مغازی کے ہاں بعض مشہور چیزیں ان سے زیادہ مضبوط ہوتی ہیں جو ایک ایک سند سے مروی ہے۔

اسی طرح عقبہ بن ابی معیط کو اتنا بھوکا اور پیاسا قید رکھا گیا کہ وہ مارا گیا اور وہ سوال کرتا: اے جماعت قریش! میں نے کیا جرم کیا ہے میں تو بھوکا اور پیاسا رکھ کر مارا جا رہا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے:

''تیرا رسول اللہ ﷺ سے کفر کرنا اور بہتان تراشی کرنا۔''[4]

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نضر بن الحارث کو گستاخی رسول ﷺ کی

---

[1] جب اس نے کہا: اس نے تو میری توہین کی ہے، لہٰذا مجھے ان دونوں کی ضرورت نہیں ہے۔ المغازي (٢/ ٨١٠)

[2] دیکھیے: المغازي (٢/ ٨٢٥) دوسری روایات میں صراحت موجود ہے کہ آپ نے ان کو نامزد فرما کر قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الفتح (٧/ ٦٠٤، ٦٠٥) میں متفرق روایات سے انھیں جمع فرمایا ہے۔

[3] اصحاب المغازی میں زہری، ابن عقبہ، ابن اسحاق، واقدی اور اموی شامل ہیں۔

[4] ان الفاظ سے بزار نے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث بیان کی ہے۔ الکشف (٢/ ٣٢٠) یحییٰ بن سلمہ بن کہیل اسے بیان کرنے میں متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے، اس کے قتل کا واقعہ مشہور ہے جسے اہلِ مغازی نے بیان کیا ہے۔

وجہ سے بھوکا اور پیاسا قیدی رکھ کر مار ڈالا۔[1]

اس میں یہ ثبوت ہے کہ جنگ بدر کے دو قیدی گستاخی رسول ﷺ کی وجہ سے واجب القتل قرار پائے اور فتح مکہ کہ بعد ان لوگوں کو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا جو آپ ﷺ کی ہجو (توہین) کرتے تھے خواہ وہ قریشی ہو یا دیگر اہل عرب۔

اسی طرح ایک نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی اور ہجو کی تو اسے ایک عبقری جن نے موت کی بھینٹ چڑھا دیا اور یہ قاتل جن مسلمان تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ کی لوگوں کو خبر دی۔[2]

اسی طرح ابو رافع بن ابی الحقیق یہودی کا قتل تھا، اس کا واقعہ بھی مشہور ہے اور صحیح بخاری میں مروی ہے۔[3]

یہ سبھی احادیث اس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرے گا اور گستاخی کرے گا اسے قتل کیا جائے گا اور اس قتل پر لوگوں کو ابھارا جائے گا۔

تیرہویں حدیث:[4]

اس واقعہ کو امام ابو القاسم عبداللہ بن محمد البغوی اور ابو احمد ابن عدی نے الکامل میں بیان کیا ہے۔[5] کہ مدینہ منورہ سے دو میل کے فاصلے پر بنو لیث کا

[1] دیکھیے: المغازي للواقدي (١٠٦/ ١٠٧)

[2] دیکھیے: الصارم (٢/ ٢٩١، ٢٩٢)

[3] صحیح البخاري، رقم (٣٠٢٢، ٣٠٢٣، ٤٠٣٨)

[4] الصارم (٢/ ٣٢٣)

[5] الکامل لابن عدی (٤/ ٥٣، ٥٤) ابن عدی نے یہ واقعہ بیان کیا ہے اور اسے صالح بن حیان قرشی کوفی کی مناکیر میں شامل کیا ہے اور اس کے بعد کہا: ''یہ قصہ میں اسے صرف اسی سند جانتا ہوں۔'' یعنی حجاج الشاعر کی سند سے کہ حدثنا زکریا بن عدی حدثنا علي بن مسهر از صالح بن حیان از ابن بریدۃ از أبیه.

قبیلہ تھا، ان میں سے ایک آدمی نے زمانۂ جاہلیت میں ان کی کسی عورت سے منگنی کی مگر انھوں نے اسے شادی نہ کرنے دی۔ یہ ان کے پاس ایک قیمتی جوڑا (حُلّہ) لے کر گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ حُلّہ پہنا کر بھیجا ہے اور مجھے ارشاد بھی فرمایا ہے کہ میں تمھارے خون (قتل) اور اموال کا فیصلہ کیا کروں، پھر یہ اس عورت کے گھر والوں کے پاس گیا، جس سے محبت کرتا تھا تو ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف قاصد روانہ کر کے حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جھوٹ بولا۔''

پھر ایک آدمی کو اس کی طرف روانہ کیا اور فرمایا:

''اگر وہ تجھے مل جائے تو اسے قتل کر ڈالنا اور اگر وہ مر جائے تو اسے آگ میں جلا دینا۔''

پھر ارشاد فرمایا:

''جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔''

اس کی سند صحیح کی شرط پر ہے، اس کی کوئی علت بھی معلوم نہیں۔[1] اس واقعہ کا ایک شاہد (تائیدی روایت) بھی ہے، مگر اس میں ہے:

---

[1] یہ شیخ الاسلام کا وہم ہے اس کی وجہ صالح بن حیان قرشی اور صالح بن حي کے درمیان تفریق نہ کرنے کا نتیجہ ہے، بعض نے حیان کہا ہے۔ ثقہ راوی ہے، اسی وہم کی نشان دہی زمانۂ قدیم میں حافظ ذہبی نے سیر أعلام النبلاء (۷/ ۳۷۳، ۳۷٤) میں کی ہے: کہا: ہمارے شیخ ابو العباس نے اپنی کتاب ''الصارم المسلول'' میں صالح بن حیان کی اس حدیث پر اعتماد کیا ہے اور اسے قوی قرار دیا ہے۔ اس میں ان کا وہم ہے۔ دیکھیے: المیزان (۳/ ۷)

''اسے مت جلانا کیونکہ آگ سے عذاب آگ کا پروردگار ہی دے سکتا ہے۔''❶

اس حدیث کے بارے میں لوگوں کے دو اقوال ہیں:

۱۔ پہلا قول یہ ہے اس حدیث کے ظاہر کو لیتے ہوئے عمل کیا جائے گا، یعنی جو عمداً رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولے گا اسے قتل کیا جائے گا، ان لوگوں میں سے بعض کا موقف یہ ہے کہ وہ اس جھوٹ کی وجہ سے کافر ہوجائے گا، ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے جن میں ابو محمد الجوینی بھی شامل ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ہے، اسی بنا پر تو ارشاد فرمایا:

''میرے اوپر جھوٹ بولنا ایسا نہیں ہے جیسا کہ تمھارا ایک دوسرے پر جھوٹ بولنا ہے۔''❷

جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا حقیقتاً اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم فرمایا آپ ﷺ کی اتباع اسی طرح واجب ہے جس طرح اللہ کے حکم کی اتباع واجب ہے لہٰذا جو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے وہ اللہ پر جھوٹ بولنے والے کی طرح ہے۔

اس کی مزید توضیح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب جھوٹ کی قسم ہے، آپ ﷺ کی تکذیب سے مراد یہ ہے کہ جو آپ ﷺ نے غیبی خبریں دی ہیں

---

❶ المعافی النهرواني نے الجلیس الصالح (۱/ ۱۸۲، ۱۸۳) میں روایت کیا ہے، اس کی سند سے ابن الجوزي نے الموضوعات (۱/ ۸۳) میں بیان کیا ہے، اس کی سند میں داود بن زبرقان متروک راوی ہے۔ اس حدیث کے دیگر ضعیف شواہد بھی ہیں جن کی بدولت یہ مقبول کے درجے میں پہنچ جاتی ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کی کوئی سند صحیح نہیں۔'' دیکھیے: قصص لا تثبت للعتیق (٤/ ١٣۔ ٢٤)

❷ صحیح البخاري، حدیث: (١٢٩١) و صحیح مسلم، حدیث (٤) عن المغیرة.

وہ راست نہیں ہے گویا یہ اللہ تعالیٰ کے دین کو باطل کرنے والی بات ہے اور جو آپ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے۔ گویا وہ عمداً دین میں ایسی چیزیں داخل کرتا ہے جس کا تعلق اس سے نہیں اور وہ خیال کرتا ہے کہ امت پر اس کی تصدیق بھی لازم ہے۔

یہ بھی اسی طرح ٹھٹھا اور تحقیر ہے کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے ایسی چیزوں کا حکم دیا ہے جس کا حکم نہیں دیا گیا ہے، بلکہ اس کا حکم دینا بھی جائز نہیں ہے، یہ اس کی نسبت بے وقوفی کی طرف ہے یا پھر وہ باطل اشیاء کی خبر دیتا ہے، یہ اس کی نسبت جھوٹ کی طرف ہے اور صریح کفر ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر عمداً جھوٹ بولے وہ اسی طرح جیسے وہ عمداً اللہ تعالیٰ کی تکذیب کر رہا ہے بلکہ اس سے بھی برا حال ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ آپ کی تکذیب کے مترادف ہے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں[1]:

جان لیجیے! یہ قول انتہائی مستحکم ہے اور پھر اس کے متعدد دلائل ذکر کیے جن کی قوت اور کثرت کی بنا پر ان کی تردید ناممکن ہے۔

پھر فرمایا:

"یہ ملحوظ خاطر رکھا جائے گا کہ جو بالمشافہ جھوٹ بولے اور جو کسی وساطت سے جھوٹ بولے ان دونوں میں تفریق کی جائے گی، مثال کے طور پر وہ کہے: مجھے فلاں بن فلاں نے اس طرح ان سے حدیث بیان کی، اس اعتبار سے اس نے اس آدمی پر جھوٹ بولا، اور

[1] الصارم (۲/ ۳۳۳)

لیکن جب یہ کہے: یہ حدیث صحیح ہے، یا کہے یہ حدیث آپ ﷺ سے ثابت ہے، اور اسے علم تھا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں، تو یہ اس نے سیدھا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا ہے۔

رہا جب اس کا بہتان تراشی کرنا اور معمولی روایت بیان کرنا، اس معاملہ میں غور وفکر کرنا چاہیے، رہا وہ شخص جو حدیث بیان کرے اور وہ جان لے کہ یہ جھوٹ ہے تو یہ حرام ہے لیکن اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، ہاں اس کی روایت میں ایسی چیز موجود ہو جس سے کفر لازم آئے۔

کیونکہ وہ اس بات میں سچا ہے کہ اس کے استاد نے اسے ایسی ہی حدیث بیان کی ہے، اس بنا پر جو توہین رسالت کرے وہ قتل کا زیادہ حق دار ہے، بہ نسبت اس آدمی کے جو آپ پر جھوٹ بولتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی، جس نے آپ پر جھوٹ بولا، کو بغیر توبہ کروائے قتل کرنے کا حکم دیا ہے، اس اعتبار سے گستاخ رسول بالاولیٰ اس کا حق دار ہے۔

۲۔ دوسرا قول یہ کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے والے کو سخت سزا تو دی جائے گی مگر اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، اس کا قتل جائز نہیں کیونکہ جن چیزوں کی وجہ سے کفر اور قتل لازم آتا ہے وہ معروف اشیاء ہیں اور اس کا تعلق اس سے نہیں، اس لیے یہ جائز نہیں کہ اس چیز کو برقرار رکھا جائے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور جو اس قسم کی بات کرے اس کی بات کو مقید کیا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ ظاہری عیب پر مشتمل نہ ہو۔

اور اگر وہ خبر دیتا ہے کہ میں نے یہ کلام سنا ہے اور وہ کلام ظاہری طور پر رسول اللہ ﷺ کی تنقیص اور عیب جوئی کرتا ہے، جیسے:

''گھوڑے کے پسینے والی حدیث'' اور دیگر لغویات ہیں، یہ رسول اللہ ﷺ سے ٹھٹھا اور ظاہری تمسخر ہے۔[1]

اس کا ارتکاب کرنے والا بلاشبہ کافر ہے اور اس کا خون حلال ہے، یہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے، یہ آدمی جس نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا یہ ایسا جھوٹ تھا جو رسول اللہ ﷺ کی عیب جوئی اور توہین پر مشتمل تھا، کیونکہ اس نے بزعم خویش یہ باور کرایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قوم کے خون (قتل) اور اموال کے لیے منصف بنا کر بھیجا ہے اور اسے یہ اجازت بھی بخشی ہے کہ وہ ان لوگوں کے گھروں میں سے جس گھر میں چاہے رات گزار سکتا ہے تا کہ وہ اس عورت کے ہاں رات گزارے اور اس سے بدکاری کرے۔ جس کے تصور میں اس نے حرام اشیاء کو حلال قرار دینے کی ناپاک کوشش کی ہے ان کے ہاں اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی توہین اور عیب جوئی کی ہے، ان دونوں اقوال کے مطابق اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ عیب جوئی کرنے والا قتل کا مستحق ہے اور یہی مطلوب ہے، پہلا قول یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور دوسرے قول کے مطابق وہ طعنہ زنی کرنے والا ہے، پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر ان کے ہاں طعنہ زنی اور گالی گلوچ ظاہر ہو جاتا تو وہ اس پر انکار کرنے میں جلدی کرتے۔

چودھویں حدیث:[2]

بدوی کا واقعہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو عطیات کی فراہمی کے موقعہ پر

[1] من گھڑت اور موضوع حدیث ہے، اسے ابن جوزی نے الموضوعات (۱/ ۱۰۵) میں بیان کیا ہے اور اس کے بعد کہا ہے: ''اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ایک مسلمان ایسی حدیث وضع نہیں کر سکتا۔

[2] الصارم (۲/ ۳۳۹)

کہا آپ نے اچھا نہیں کیا اور نہ ہی آپ ﷺ نے خوبصورت کیا ہے۔ تو مسلمانوں نے اسے قتل کرنے کا پروگرام بنایا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر تم اسے قتل کر دیتے تو وہ آگ میں داخل ہوتا۔''[1]

یہ قصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے مارا گیا وہ جہنمی ہے اور یہ اس کے کفر کی بدولت ہے اور اس کے قتل کے جائز ہونے کے حوالے سے ہے وگرنہ تو وہ شہید ہوگا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے چشم پوشی کی کیونکہ آپ ﷺ کو اختیار ہے کہ جو آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائے اسے معاف کر سکتے ہیں۔

اسی طرح قول اس آدمی کا بھی ہے جس نے حنین کی غنیمت کے تقسیم کے موقعہ پر کہا: یہ ایسی تقسیم ہے جس میں اللہ کی خوشنودی مطلوب نہیں ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے چھوڑیے میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔[2]

آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل سے اس وجہ سے منع فرمایا کہ لوگ یہ باتیں نہ کریں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے توضیح بھی فرمائی۔

اسی طرح کا قول عبداللہ بن ابی کا ہے:

﴿لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ [المنافقون: ٨]

''اگر ہم مدینہ بیٹھے تو ہم میں سے جو معزز ہے وہ مدینہ سے ذلیل ترین آدمی کو ضرور نکالے گا۔''

---

[1] اسے بزار نے الکشف (٣/ ١٥٩، ١٦٠) اور ابو الشیخ نے اخلاق النبي (١/ ٤٧٢، حدیث: ١٧٧) میں بیان کیا ہے، اس کی سند میں ابراہیم بن الحکم سخت ترین ضعیف ہے۔

[2] صحيح مسلم، رقم (١٠٦٣) من حديث جابر رضي الله عنه.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے چھوڑیے میں اس کی گردن اڑا دوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَنْ تُرْعَدُ لَهُ آنُفٌ))

''بہت سے ناک کانپنے شروع ہو جائیں گے (بڑے حمایتی کھڑے ہو جائیں گے)۔''

اس دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمزور تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ لاحق ہوا کہ لوگ اسلام سے بددل نہ ہو جائیں۔[1]

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے:

''میرے الزام کی صفائی کون دے گا، جس آدمی نے میرے اہل بیت کو اذیت دی ہے۔''

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عرض بدست ہوئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس الزام سے بری کروں گا اگر وہ قبیلہ اوس سے ہوا تو میں اس کی گردن تن سے جدا کر دوں گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی انکار نہ کیا۔[2]

پندرھویں حدیث:

امام سعید بن یحییٰ بن سعید الاموی ''المغازی'' میں امام شعبی سے نقل

---

[1] صحيح البخاري، حديث (٣٥١٨) و صحيح مسلم، حديث (٢٥٨٤) عن جابر رضي الله عنه.

[2] اس کا واقعہ مشہور ہے، جسے امام بخاری حدیث (٤١٤١) اور امام مسلم حدیث (٢٧٧٠) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے۔

کرتے ہوئے فرماتے ہیں[1]:

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا، عزّٰی کا مال منگوایا اور آپ کے سامنے بکھیر دیا گیا، پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی کو نام لے کر بلوایا اور اس مال سے اسے مرحمت فرمایا، پھر ابو سفیان بن حرب عن جابر رضی اللہ عنہ کو بلوا کر اس میں سے عطا فرمایا، پھر سعید بن جریث کو بلوا کر عطا فرمایا، پھر قریش کی ایک جماعت کو بلوا کر عطا فرمایا، آپ ﷺ ایک آدمی کو سونے کی ایک ٹکڑی عنایت فرماتے جس کا وزن پچاس یا ستر مثقال ہوتا۔[2]

ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہنا شروع کیا: آپ ﷺ بڑے ذہین واقع ہوئے ہیں اور معلوم ہے کہ سونے کی ڈلی کسے دینی ہے!!!

اس نے دوبارہ یہی جسارت کی۔

آپ ﷺ نے اس سے اعراض کیا، مگر وہ تیسری بار بھی کھڑا ہوا اور دریدہ دہنی کرتے ہوئے کہنے لگا: ہم آپ کے فیصلے میں عدل نہیں پاتے۔[3]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] شیخ الاسلام الصارم (۲/ ۳۴۴) میں فرماتے ہیں: ''یہ حدیث مرسل ہے، اور اس کا مخرج مجالد جو کہ ابن سعید ہے، اس میں لین ہے، مگر اس کے معنی کے تائید ہوتی ہے۔''

[2] الصارم میں ''الحارث''، صحابہ میں سعید بن حریث نام کا کوئی صحابی نہیں، ماسوائے ایک کے، جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور فتح مکہ میں شمولیت کی، ان کی عمر پندرہ برس تھی، اس لیے اس سے وہ مراد لینا بعید ہے۔ ممکن ہے کہ درست ابن الحارث ہو جو رسول اللہ ﷺ کے چچیرے بھائی تھے۔ دیکھیے: السیر (۱/ ۲۰۲) و الإصابۃ (۲/ ۴۵)

[3] في الأصل، قال: وھو سھو.

''تیری بربادی ہو! میرے بعد تو کوئی عدل نہیں کرے گا پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا: جاؤ اسے قتل کر دو۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گئے تو وہ مل نہ سکا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر تو اسے قتل کر دیتا تو مجھے امید ہے کہ یہ ایسے لوگوں کا اول و آخر ہی ہوتا۔''

یہ دلیل ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ پر طعن و تنقید کرے گا وہ توبہ کروائے بغیر قتل کر دیا جائے گا۔

یہ واقعہ غزوۂ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے علاوہ ہے اور یہ وہ واقعہ بھی نہیں ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔

عزّیٰ کو گرائے جانے کا واقعہ فتح مکہ کے فوراً بعد آٹھ ہجری کا ہے اور غزوہ حنین اس کے بعد ذی القعدہ میں ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ دس ہجری کو درپیش ہوا۔

پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو قتل کیا جس نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر رضا مندی کا اظہار نہیں کیا۔[1]

حضرت عمر کے اس اقدام میں قرآن مجید کا نزول ہوا، حالانکہ اس کا جرم اس (گستاخ) کے جرم سے کم تر تھا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس آدمی کا واقعہ موجود ہے جس نے سونے کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ پر کیچڑ اُچھالا۔[2]

---

[1] یہ اس مختصر کتاب میں پہلے نہیں گزرا بلکہ یہ اصل الصارم المسلول (۲/ ۸۲) میں گزرا ہے۔ واقعہ ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے بیان کیا ہے، جیسا کہ الدر المنثور میں ہے۔ (۲/ ۳۲۲) اس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں، دُحیم نے اپنی تفسیر میں دوسری سند سے بیان کیا ہے، جیسا کہ یہ بھی الدرر میں موجود ہے۔

[2] صحيح البخاري، رقم (٣٣٤٤) و مسلم، رقم (١٠٦٤) من حديث أبي سعيد الخدري۔ رضي الله عنه۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس کی اولاد میں سے ایسے لوگ جنم لیں گے جو قرآن مجید کی تلاوت انتہائی احسن انداز میں کریں گے مگر وہ (قرآن) ان کے حلقوں سے تجاوز نہیں کرے گا، دین سے وہ اس طرح نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے، مسلمانوں کو قتل کریں اور بتوں کی پرستش کرنے والوں کو پروٹوکول دیں گے اگر میں نے ان کو پا لیا تو عاد کے قتل کی طرح انھیں قتل کردوں گا۔''

نیز فرمایا:

''عنقریب زمانے کے آخر میں ایسے لوگ ظہور پذیر ہوں گے جو نو عمر ہوں گے، عقلوں کے اعتبار سے بے وقوف ہوں گے، مخلوق میں سے سب سے عمدہ کلام ان کا ہوگا، ان کا ایمان ان کی ہنسلیوں سے تجاوز نہیں کرے گا، دین میں ایسے نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے، تم جہاں بھی انھیں پاؤ انھیں قتل کرو، جو انھیں قتل کرے گا قیامت کے دن اسے اس قتل کا بدلہ دیا جائے گا۔''[1]

یہ سبھی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عیب جوئی کرنے والی اس آدمی کی جماعت کو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور یہ بھی اطلاع دی کہ جو انھیں قتل کرے گا اسے اس قتل کے عوض میں اجر و ثواب سے نوازا جائے گا، فرمایا:

---

[1] اخرجه البخاري، رقم (٣٦١١) و مسلم، رقم (١٠٦٦) من حديث علي رضي الله عنه.

''آسمان کے چھت تلے یہ بدترین مقتول ہیں۔''[1]

قتل کو اس وجہ سے لازمی قرار دیا کہ یہ دین سے نکل چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا قتل اس لیے ناگزیر قرار پایا جب انھوں نے اس میں غلو کیا یہاں تک دین سے برداشتہ ہوگئے، ان کی مختلف قسمیں ہیں یہ ان کا ہراول دستہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نمودار ہوا اور آپ ﷺ کی مال غنیمت کی تقسیم پر انگشت نمائی کرنے لگا۔

ہر وہ انسان جو آپ ﷺ کی کسی سنت کی تحقیر کرتا ہے اس کا حکم ان جیسوں کا ہوگا، جس آدمی کا یہ تصور ہو کہ آپ ﷺ نے اپنی تقسیم میں ظلم کیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتا ہے اور اس کے ہاں آپ ﷺ کی اتباع بھی واجب نہیں ہے کیونکہ وہ رسالت کے حوالے سے جو امانت ہے اور اطاعت کا وجوب ہے اس کے متضاد کہہ رہا ہے، کسی قول اور فعل میں آپ ﷺ کے فیصلے کے بارے میں دل میں کھٹکا بھی رہے گا۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کے حکم کی فرمانبرداری کو واجب قرار دیا ہے اور وہ (اللہ تعالیٰ) کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتے، لہٰذا اس معاملے میں جو عیب جوئی کرے گا گویا کہ وہ آپ ﷺ کی تبلیغ کے صحیح ہونے میں تنقید کر رہا ہے اور یہ درحقیقت رسالت (پیغمبری) میں تنقید ہے جو کہ بدترین اور انتہائی قبیح کفر ہے۔

---

[1] اسے امام احمد (۵/ ۲۵۰) ان کے بیٹے نے السنۃ (۲/۶۴۳) امام ترمذی نے حدیث (۳۰۰۰) اور امام ابن ماجہ نے حدیث (۱۷۶) میں بیان کیا ہے۔

فصل [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع:

ان سے مختلف متعدد واقعات اور فیصلے نقل کیے گئے ہیں جو کہ بکھرے ہوئے اور مشہور ہیں اور ان واقعات پر کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا لہٰذا وہ اجماع صحابہ ہوا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

جان لیجیے! کسی جزوی مسئلے میں صحابہ کرام کے اجماع کا دعویٰ، جو اس حالت و کیفیت سے زیادہ مضبوط ہو، ممکن نہیں ہے۔

اس کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے جسے سیف بن عمر التمیمی نے ذکر کیا ہے۔[2] کہا کہ مہاجر کے پاس[3] دو گانے والی لائی گئیں، ان دونوں میں سے ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور اس کے سامنے والے دو دانت اکھیڑ دیے گئے اور دوسری لونڈی نے مسلمانوں کی ہجو کی اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا گیا اور اس کے ثنائی دانت اکھیڑ دیے گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہاجر کو خط لکھا:

جس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی ہے اس کے حوالے میں مجھے اطلاع ملی ہے، اگر آپ نے اس کے بارے میں یہ اقدام نہ کیا ہوتا تو میں

---

[1] الصارم (٢/ ٣٧٨)

[2] في كتاب الردة والفتوح.

[3] مہاجر بن ابی امیر المخزومی، جو ام سلمۃ ام المؤمنین کے بھائی ہیں، جنگ بدر میں شریک ہوئے اور حضرت ابوبکر نے انھیں مرتدین سے جنگ کرنے کے لیے یمن روانہ کیا۔

الاصابة (٣/ ٤٦٥)

اس کے قتل کا حکم دیتا، کیونکہ انبیاء کی توہین کی حد عام حدود کے مشابہ نہیں ہے، جو شخص اس کے طرف ہاتھ بڑھائے گا اگر وہ مسلمان ہوگا تو مرتد ہوجائے گا اور اگر حلیف ہوگا تو وہ جنگ جو اور غدار ہوگا۔

جس عورت نے مسلمانوں کی ہجو کی اس کے بارے میں لکھا:

حمد و ثنا کے بعد! مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ نے اس عورت جس نے اپنے گانے میں مسلمانوں کی ہجو کی ہے، کا ہاتھ کاٹ دیا ہے اور اس کے سامنے والے دو دانت اکھیڑ دیے ہیں، اگر وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی ہے تو ادب سکھلانا اور مُثلہ کے علاوہ سزا دینا۔

اور اگر وہ ذمیہ ہے تو مجھے میری قسم تو نے ایسی چیز سے درگزر کیا ہے جو شرک سے بھی بہت بڑی ہے، اس جیسے فیصلے میں آپ کے لیے کوئی لائحہ عمل آپ کو دے دیتا تو شاید آپ کو یہ ناپسند ہوتا۔

لوگوں کا مُثلہ کرنے سے اجتناب کرو کیونکہ یہ گناہ اور قابل نفرت چیز ہے مگر قصاص میں نہیں۔

اس واقعہ کو سیف کے علاوہ اوروں نے بھی کہا ہے، جو پہلے گزر چکا ہے اس کی موافقت کرتا ہے[1]: جو بھی رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرتا ہے آپ کو اختیار ہے کہ اسے قتل کروا دیں اور یہ قتل رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی اور کیسے روا نہیں۔

یہ اس بات میں صریح ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے، خواہ وہ

---

[1] جیسے امام طبری التاریخ (۲/ ۳۰۵۔ ۳۰۶) مگر یہ بھی سیف کی سند سے مروی ہے، اس کی سند میں سیف بن عمر کے ضعف کے ساتھ انقطاع بھی ہے۔

مسلمان ہو یا حلیف، اور اگرچہ عورت بھی ہو، یہ بغیر توبہ کروائے قتل کیے جائیں گے۔ مگر جو لوگوں کی گستاخی کرتا ہے، اس کا یہ حکم نہیں اور اس کا قتل انبیاء کی توہین کی ہے۔ جیسا کہ جو کسی کی توہین کرے اس کو اس کوڑے لگانا اس کی حد ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہاجر کو اسے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا، کیونکہ انھوں نے اس بارے میں اجتہاد کیا اور اس پر حد لگوائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ناپسند سمجھا کہ اس عورت پر دو حدیں لاگو کیں۔

اس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ وہ اسلام لائی یا اس نے توبہ کی تو مہاجر نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے خط سے پہلے اس کی توبہ قبول کر لی یہ اجتہاد کا مقام ہے اس لیے سابقہ حکم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تبدیل نہیں کیا کیونکہ اجتہاد سے اجتہاد توڑا نہیں جا سکتا۔

امام حرب سے ''مسائل'' میں بیان کیا ہے کہ لیث: مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک گستاخ رسول لایا گیا تو اسے قتل کروا دیا، پھر ارشاد فرمایا:

''جو اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول کی یا کسی نبی کی گستاخی کرے تو اسے قتل کر دو۔''[1]

حضرت مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ کوئی مسلمان جو اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی گستاخی کرے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے، یہ ارتداد ہے اس سے توبہ کروائی جائے گی اور اگر وہ توبہ کرے تو فبہا بصورت دیگر اسے قتل کروا دیا جائے گا اور کوئی بھی حلیف

[1] مسائل حرب للإمام أحمد، مخطوط ہے ابھی تک طبع نہیں ہوئے۔

جو کسی رسول کی گستاخی کرے تو اس نے معاہدہ توڑ دیا، لہٰذا اسے قتل کر دو۔

امام حرب مزید لکھتے ہیں[1]:

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبطی، جس نے کچھ گستاخی کی تھی، کو جب وہ ملک شام میں داخل ہوا تو خط لکھا[2]:

"میں نے تجھے امان اس وجہ سے نہیں دی کہ تو ہمارے دین میں مداخلت کرے[3]، اگر تو نے پھر یہ حرکت کی تو تیری گردن اڑا دوں گا۔"[4]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار اور مہاجرین کی موجودگی میں ایک معاہد سے کہہ رہے ہیں کہ ہم نے تجھ سے اس وجہ سے معاہدہ نہیں کیا تو ہمارے دین میں مداخلت کرے اور قسم اٹھائی کہ اگر اس نے دوبارہ حرکت کی تو بالضرور اس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ معاہدین کا کوئی استحقاق نہیں کہ وہ ہمارے دین میں دخل اندازی کریں اور یہی عمل ان کے خون کو مباح قرار دے گا اور سب سے بڑا اعتراض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہے، یہ بالکل ظاہر ہے اس میں کوئی ابہام نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک راہب کے پاس سے گزرے تو حضرت عبداللہ کو بتلایا گیا کہ یہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی گستاخی کرتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] ممکن ہے کہ یہ مسائل احمد سے ہو۔

[2] هنا ثلاث كلمات لم اتبين وجهها، والكلام يستقيم بدونها.

[3] العبارة في الأصل: ... فقال: ... لم اعطك لتدخل علينا في ديننا، لم اعطك الامان لتدخل علينا في ديننا..." وهي قلقة. وما اثبته أو ضح، وهو بنحوه في الصارم.

[4] اسے المعافی النہروانی نے الجلیس الصالح (۳/ ۳۰۵ ـ ۳۰۷) میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں بیان کیا ہے۔

''اگر میں اسے سن لیتا تو اس کی گردن تن سے جدا کر دیتا۔''[1]

اس واقعہ کو کئی علما نے بیان کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صبیغ[2] کا قصہ اور حضرت عبداللہ بن عباس کی حضرت عائشہ اور دیگر ازواج کی شان میں حدیث پہلے گزر چکی ہے۔[3]

حضرت خالد بن ولید کا واقعہ بھی ہے کہ انھوں نے ایک گستاخ رسول ﷺ عورت کو قتل کر دیا، امام احمد نے اسے روایت کیا ہے۔[4]

امام عبداللہ بن المبارک نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ غرفۃ بن الحارث الکندی، جو صحابی ہیں، نے ایک عیسائی کو رسول اکرم ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے سنا تو حضرت غرفۃ نے اسے ضرب لگا کر اس کی ناک پھوڑ ڈالی، حضرت عمرو بن العاص کے پاس یہ معاملہ پہنچا تو فرمایا[5]: ہمارا ان سے معاہدہ ہے، حضرت غرفۃ فرمانے لگے: اللہ کی پناہ! ہم نے ان سے اس لیے معاہد نہیں کیا کہ

---

1. اس کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔
2. اس ''مختصر'' میں اس حوالے سے کچھ نہیں گزرا بلکہ الصارم (۲/ ۳٥٦) میں گزرا ہے۔ شیخ الاسلام نے وہاں فرمایا: ''اسے اموی وغیرہ نے صحیح سند سے بیان کیا ہے۔'' اس قصہ کو دارمی نے السنن، حدیث (۱٤٦) آجری نے الشریعة، حدیث (۱٥۲، ۱٥۳) للألکائي، حدیث (۱۱۳٦۔۱۱۳۸) ابن بطہ نے الإبانة، حدیث (۳۰۸۔ ۳۰۹) وغیرہ نے بیان کیا ہے۔
3. یہ پہلے گزر چکا ہے۔
4. ان (امام احمد) کی سند سے الخلال نے "الجامع" (۲/ ۳٤۲۔ أهل الملل) میں از عبدالرحمٰن بن مہدی از ابن المبارک از معمر از سماک بن الفضل از رجل من بلقین بیان کیا ہے۔ بیهقي (۸/ ۲۰۲۔ ۲۰۳) نے بھی ابن مہدی سے اسی سند سے بیان کیا ہے، اس کی سند میں ایسا راوی ہے جس کا نام معلوم نہیں ہے۔
5. في الأصل: عمر، وهو سهو. بدليل ما بعدها.

وہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کریں۔[1] حضرت عمرو بن العاص فرمانے لگے: آپ نے سچ کہا۔ یہ صحابہ اور تابعین، جس سے اللہ تعالیٰ نے احسان کا وعدہ کیا ہے، کے اقوال ہیں۔ رضي الله عنهم.

اقدار کا تحفظ:

گستاخِ رسول ﷺ کو قتل کرنے میں ہماری اسلامی قدروں کا تحفظ ہے اور اس کی کئی سمتیں ہیں۔

پہلی وجہ:

ہمارے دین میں عیب جوئی کرنا، ہمارے نبی کی گستاخی کرنا ہم سے جنگ و جدال ہے اور معاہدہ کی نقیض ہے جیسے کوئی ہاتھ سے جنگ کرے۔

اس دعویٰ کی تائید اس فرمان باری تعالیٰ سے ہوتی ہے:

﴿ وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [التوبة: ٤١]

''اور جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو لے کر اللہ کے رستے میں۔''

نفس سے جہاد زبان سے بھی ہوتا ہے جیسے ہاتھ سے ہوتا ہے۔

دوسری وجہ:

ہم نے ان کے کفریہ عقائد کو برقرار رکھا، یہ اس بات کا بھی اقرار ہے کہ

[1] اسے امام بخاری نے التاریخ الکبیر (٧/ ١١٥) ابو یعلی نے المسند میں بحوالہ: المطالب العالية، حديث (٢٠٤٨) بیہقی نے الکبری (٩/ ٢٠٠) میں بیان کیا ہے۔ بوصیری نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (۵/ ۲۱۵) مگر ابو یعلی کی روایت میں ہے کہ غرفہ نے عیسائی کو قتل کیا، بقیہ مصادر میں ہے انھوں نے ناک پھوڑ دیا ہے۔

اسلام کے بارے میں وہ عداوت چھپائے پھرتے ہیں۔ اس لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی اور دین کی توہین جنگ و جدال اور نقض عہد ہے۔

تیسری وجہ:

ہمارا کافروں سے یہ مطلق طور پر معاہدہ متقاضی ہے کہ وہ علانیہ طعن و تشنیع اور گستاخی سے احتراز کریں گے، اسی طرح یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ ان کا خون نہیں بہایا جائے گا، بلکہ گستاخی تو خون بہاؤ سے بھی کہیں زیادہ سنگین جرم ہے کیونکہ ہم مال و دولت لٹا کر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے رسول ﷺ کی ناموس کا تحفظ کرتے ہیں، ان کی تعظیم کرتے ہیں اور دین بلند ہوتا ہے وہ کافر بخوبی جانتے ہیں کہ ہماری دین سے وابستگی کس قدر ہے جب وہ اس معاہدہ کی مخالفت کریں گے تو ان کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔

چوتھی وجہ:

ہمارا معاہدہ وہی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے معاہدہ کیا اور اسے خوب واضح کیا اور یہ شرط بھی لاگو کی، جیسا کہ امام حرب نے حضرت عبدالرحمٰن بن غنم سے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔[1]

پانچویں وجہ:

ذمیوں سے ہمارا یہ معاہدہ ہے کہ ہمارے علاقوں میں اسلام کے احکام نافذ ہوں گے اور وہ ذلیل اور رسوا ہوں گے، ان دونوں شرطوں پر ان سے

---

[1] حضرت عمر کا وہ معاہدہ جو انھوں نے شام کو عیسائیوں سے کیا ہے۔

معاہدہ اور مصالحت کی گئی ہے۔ اعلانیہ گستاخی رسول ﷺ اور دین اسلام میں تنقید اس بات کی نفی کرتی ہے کہ وہ ذلیل اور رسوا ہو کر زندگی گزار رہے ہیں۔

چھٹی وجہ:

اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنے رسول ﷺ کی تعظیم وتکریم وتوقیر واحترام، مدد ونفرت اور بچاؤ، ان کی جلالت کی پاسداری کو فرض قرار دیا ہے، یہ حکم ہر گستاخی سے آپ کی حفاظت کا تقاضا کرتا ہے۔

ساتویں وجہ:

رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے کیونکہ یہ مدد تعظیم اور تکریم ہے اور یہ سب سے عظیم جہاد ہے، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ ﴾ [التوبة: ٤٠]

”اگر تم رسول ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا۔“

بلکہ عام مسلمانوں کی مدد کرنا فرض ہے تو سید ولد آدم ﷺ کی مدد کے بارے میں کیا خیال ہے؟

آٹھویں وجہ:

کفار سے اس بات پر معاہدہ ہو چکا ہے کہ وہ ایسی چیز کا اظہار نہیں کریں گے جو قابل انکار اور ان کے دین کے ساتھ مختص ہوگی، جب وہ ایسی چیز ظاہر کریں گے تو ان کی بیخ کنی کی جائے گی، اسی طرح جب وہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کریں گے تو وہ لازمی طور پر اس کا مزہ چکھیں گے اور وہ قتل ہے۔

نویں وجہ:

مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کفار کو اعلانیہ سب وشتم کرنے سے روک دیا گیا ہے، اس ممانعت کے بعد اگر وہ یہ کام کریں گے تو اس کی سزا انھیں بھگتنا ہوگی، اس سے معلوم ہوتا ہے انھیں اس کی اجازت نہیں دی گئی اور جب وہ ایسے جرائم کا ارتکاب کریں گے جس کی اجازت نہیں دی گئی تو وہ بالاتفاق سزا کے مستحق ہیں، رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کے علاوہ کسی اور کی گستاخی سے کوڑے لگانا لازم آتا ہے تو جو رسول ﷺ کی گستاخی کرے گا اس کا قتل کرنا کیسے لازم نہیں آئے گا؟

دسویں وجہ:

قیاس جلی بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ جب وہ کسی ایسی چیز کی مخالفت کریں گے جس کا ان سے معاہدہ کیا گیا ہے ان کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا، جس طرح فقہاء کی ایک جماعت کا رجحان ہے۔

اور اسی طرح اگر وہ اپنے معاہدہ کی ایفا نہیں کریں گے تو ان کا معاہدہ اسی طرح فسخ ہوجائے گا جس طرح خرید وفروخت میں۔

اگر دو معاہدین میں سے کوئی اپنے وعدہ کو پورا نہ کریں، اس میں حکمت بھی ظاہر ہے کہ کسی چیز کی پابندی اسی صورت میں ممکن ہوگی جس صورت میں ایک مشروط چیز کی پابندی ضروری ہوگی، اگر اس مشروط پابندی کا لحاظ نہیں رکھا جائے تو اس کے نتیجے میں ظہور پذیر ہونے والی شرط بھی غیر اہم ہوجائے گی۔

حذاق لوگوں کا اتفاق ہے کہ جو حکم کسی شرط سے متعلق ہو تو اس شرط کے عدم وجود سے حکم کا بھی فقدان ہوگا۔ جب یہ واضح ہوگیا تو اگر معقود علیہ (جس

سے معاہدہ کیا جائے) کا عاقد (معاہدہ کرنے والا) پر حق ہے تو عاقد کو چاہیے کہ وہ غیر مشروط طور پر اسے خرچ کرے، اگر وہ خرچ نہیں کرے گا تو اس سے معاہدہ فسخ نہیں ہوجائے گا بلکہ عاقد کو اختیار ہے کہ اس معاہدہ کو فسخ کر دے جیسے وہ خرید وفروخت میں کسی چیز کے گروی رکھنے کی شرط لگا دیتا ہے۔

اور اگر وہ اللہ کا حق ہو یا غیر کا ایسا حق ہو جس میں رشتہ داری کی بنا پر تصرف کرنا درست ہوتا ہے، اس میں معاہدہ لاگو نہیں کیا جائے گا بلکہ شرط کے عدم وجود سے وہ از خود فسخ ہوجائے گا یا اس کا فسخ کرنا واجب ہے جیسے وہ بیوی کے بارے میں شرط لگاتا ہے کہ وہ آزاد اور مسلمان ہو تو بت پرست عورت علیحدہ ہوجائے گی۔

عقد الذمۃ امام کا حق نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ اور عام مسلمانوں کا حق ہے، اگر کسی مشروط چیز کی مخالفت کریں گے تو امام (حکمران) پر اس معاہدہ کا فسخ کرنا فرض ہے۔

اور فتح سے مراد ہے اسے مامون اور محفوظ جگہ پہنچا دے اور دار السلام سے نکال دے۔

مگر یہ قول انتہائی کمزور ہے کیونکہ شرط اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اس کے فقدان سے معاہدہ خود بخود ختم ہوجائے گا، فسخ کرنے کی ضرورت نہیں، اور ذمہ کی شرطیں بھی اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

فرض کیا جائے کہ غیر مشروط طور پر ان کے ٹھہرنے کا جواز نکلتا ہے تو یہ اس صورت میں ہے جو ان کا قیام مسلمانوں کے لیے نقصان دہ نہ ہو۔

اگر ان کا قیام مسلمانوں کے لیے مضر ہے تو انھیں قطعی طور پر علاقوں میں ٹھہرنے نہیں دیا جائے گا، فرض کیجیے کہ ان کا ٹھہراؤ مسلمانوں کی جانوں اور

مالوں کے لیے نقصان دہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کے دین کے بگاڑ اور قرآن وسنت پر سب وشتم کے لیے ان کے وجود کو برقرار رکھنا درست نہیں ہے۔

ذمیوں سے معاہدہ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی نہ کریں۔ جیسے قابل فروخت چیز کا نقائص اور قیمت کے ابہام سے محفوظ ہونا اور مرد وزن کا (نکاح کے) موانع سے محفوظ ہونا اور خاوند کے اسلام اور (غلامی سے) آزادی سے متعلق احکام مطلق طور پر ایک معاہدہ کو لازم کر دیتے ہیں اور اس کے متقاضی بھی ہیں۔

معاہدہ عرف کے مطابق ہوگا اگرچہ زبان سے اس کی شروط کو دوہرایا نہ جائے۔ یہ بات بھی معلوم ہے کہ مسلمان ذمیوں سے اس وجہ سے معاہدہ کرتے ہیں کہ وہ طعن وتشنیع نہیں کریں گے اور یہ رکنا انھیں اس طرح مطلوب ہوتا ہے جیسے کافروں کو کہ مسلمان ہم سے جنگ نہیں کریں گے کیونکہ یہ جنگ بھی بہت بڑے نقصانات کا سبب بنتی ہے۔

اعتراض:

اگر کوئی اعتراض کرے کہ ذمیوں کو ہم نے ان کے دین پر برقرار رکھا ہے اور اس دین میں گستاخی بھی جائز ہے۔[1] جب وہ ایسی باتیں کریں جن پر ہمارا معاہدہ نہیں ہوا تو؟

جواب:

ہم اسے یہ جواب دیں گے کہ ان کے دین میں مسلمانوں سے جنگ کرنا، ان کا مال لوٹنا اور ہر محاذ پر ان سے ہاتھا پائی کرنا حلال ہے۔

---

[1] دیکھیے: الصارم (۲/ ٤٤٨)

مگر وہ معاہدہ کے باوجود ایسے کام نہیں کرتے، جب کریں گے ان کا معاہدہ بھی ٹوٹ جائے گا کیونکہ ہم نے ان کو ان کے عقیدے کے مطابق برقرار رکھا ہوا ہے وہ چھپانے کی چیزیں چھپاتے ہیں۔

ہم انھیں ان ظاہر کرنے والی چیزوں کی بنا پر برقرار نہیں رکھ سکتے جبکہ وہ انھیں مسلمانوں کے درمیان بھی کہتے پھریں، ہم کسی گستاخ کا معاہدہ اتنی دیر تک نہیں توڑتے جب تک ہم خود اس کی گستاخی سن نہ لیں یا مسلمان اس کی گواہی نہ دے دیں جب یہ معلوم ہو جائے تو یقیناً انھوں نے گستاخی کا اظہار کیا ہے۔

اگر ہم انھیں ان کے دین پر برقرار رکھیں تو پھر ہم نے انھیں مساجد کے منہدم کرنے، قرآن مجید جلانے، علما اور نیک لوگوں کے قتل کرنے اور اپنی دشمنی کا بدلہ لینے پر برقرار رکھا اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ اگر وہ ان میں سے کوئی کام کریں گے تو وہ قطعی طور پر اس چیز پر برقرار نہیں رکھیں جائیں گے۔

دوسرا مسئلہ❶

گستاخ رسول ﷺ کا قتل نامزد ہے تھوڑی سی مہلت بھی روا نہیں اس پر کرم کیا جائے گا اور نہ ہی فدیہ قبول کیا جائے گا۔

اگر تو وہ مسلمان ہے تو اس پر اجماع ہے، کیونکہ وہ گستاخی ارتداد اور لا دینیت کی قسم ہے، جیسے مرتد کا قتل مقرر ہے اسی طرح زندیق کا بھی قتل نامزد ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

اگر وہ معاہدہ (عہد و پیمان کرنے والا) ہے تو مسلمان کی طرح اس کا قتل بھی متعین ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، سلف صالحین اور ان کے متبعین کا یہی فیصلہ ہے، امام ابن المنذر رکا قول شروع کتاب میں گزر چکا ہے۔

کہ ''اکثر علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ گستاخ نبی واجب القتل ہے، یہی قول مالک، لیث، احمد، اسحاق کا ہے، امام شافعی کا یہی مذہب ہے، نعمان (بن ثابت ابوحنیفہ) سے منقول ہے کہ ذمی قتل نہیں کیا جائے گا۔''

یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ اکثر علماء کے ہاں وہ واجب القتل ہے،

اس کے قتل کی وجہ دو عیوب ہیں:

پہلا عیب: عہد شکنی۔

---

❶ الصارم (٢/ ٤٦٧)

دوسرا عیب: دیگر حدود میں سے ایک یہ بھی حد ہے، فقہائے حدیث کا یہ قول ہے۔

امام ابن راہویہ فرماتے ہیں:

''اگر وہ علانیہ گستاخی کا ارتکاب کریں گے تو وہ قتل کیے جائیں گے۔ جن کا موقف ہے: کفار گستاخ رسول ﷺ سے زیادہ جرم شرک کرتے ہیں، یہ موقف غلط ہے۔''

نیز فرمایا:

''یہ قتل کیے جائیں گے کیونکہ انھوں نے عہد شکنی کی ہے، اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کیا، اس میں کوئی شبہ نہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس پادری کو قتل کیا جس نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی۔''

اور ارشاد فرمایا:

''ہم نے ان سے مصالحت اس وجہ سے نہیں کی وہ گستاخی کریں۔''[1]

اسی طرح امام احمد اس کے واجب القتل ہونے اور اس کے عہد کے ختم کو کئی دلائل سے ثابت کیا ہے، ان کی بعض نصوص پہلے گزر چکی ہیں، اسی طرح اکثر حنابلہ نے یہی موقف بیان کیا ہے، انھوں نے متعدد مخصوص مقامات پر اس مسئلے کو ذکر کیا ہے اور اس کو من جملہ ان چیزوں میں ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے عہد شکنی لازم آتی ہے۔

متقدمین علمائے کرام اور متاخرین کے ایک گروہ نے کہا ہے اس کا قتل نامزد ہے اور ذمی کا قتل عہد شکنی کی بنا پر ہے جیسا کہ امام کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔[2]

---

1. (ص: ۳۲، ۳۳)
2. ای: من الحنابلة.

علماء کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جو ذمی عہد شکنی کرے گا اس کے بارے میں حاکم کو اسی طرح اختیار ہوگا جس طرح قیدی کے بارے میں اختیار ہوتا ہے۔[1] لہٰذا گستاخ رسول ﷺ عمومی کلام میں شامل ہوگا، مگر محققین حضرات، جن میں قاضی (ابو یعلی الفراء) وغیرہ شامل ہیں[2]، نے اس میں یہ قید لگائی ہے کہ گستاخ رسول ﷺ اس عمومی کلام میں شامل نہیں ہے بلکہ اس کا قتل مقرر ہو چکا ہے، رہا یہ کہ اس کے قتل کے متعین ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان علماء نے ایک جگہ مطلق طور پر ذمی کے احکام بیان کر دیے اور دوسری جگہ اسے مقید کر دیا کہ اس کا قتل نامزد ہو چکا ہے، لہٰذا وہ عمومی حکم میں داخل نہیں ہے۔

یا پھر اس میں کوئی ضعیف رائے موجود ہے کیونکہ انھوں نے ایک جگہ کچھ کہا اور دوسرے مقام پر اس رائے کی خود ہی مخالفت کر دی۔

شوافع کے نزدیک:

شوافع کا بھی اس میں اختلاف ہے، بعض کی یہ رائے ہے کہ اس کا قتل متعین ہو چکا ہے اور بعض نے اس میں اختلاف ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دیگر عہد شکن لوگوں کی طرح ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا قتل کرنا جائز ہے۔[3]

ان کا کہنا ہے کہ یہ قیدی کی طرح ہے امام (حاکم) کو اختیار ہے کہ وہ درست معاملہ کرے، امام شافعی کا کلام اس بات کا متقاضی ہے کہ عہد شکن کا حکم حربی (جنگجو) کا حکم ہے اور دوسرے مقام پر نامزد طور پر اس کے قتل کا حکم دیا ہے، اس میں اختیار نہیں ہوگا۔[4]

---

[1] اسے قیدی بنائے رکھے یا قتل کر دے، یا احسان کرے یا فدیہ لے کر چھوڑ دے۔

[2] أبو يعلى الفراء.

[3] ای: من الناقضين للعهد.

[4] دیکھیے: کتاب الام (٤/ ٢٠٨ ـ ٢١)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں[1]:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مسئلہ اپنی اصل پر نہیں ہے، اصل سے مراد یہ ہے کہ ذمیوں کا معاہدہ اسی وقت ٹوٹے گا جس وقت وہ شان و شوکت والے اور جنگ جو ہوں گے وہ اس (شان و شوکت کی بدولت) حمایت اور حفاظت میں رہتے ہیں، لہٰذا اپنے احکامات کا اجرا اُن پر ممکن نہیں ہے۔

مالکی مذہب:

ان کا عہد اتنی دیر تک نہیں ٹوٹے گا جب تک وہ ہم سے چھٹکارا پاتے ہوئے نہ نکلیں، کسی ظلم و زیادتی کی شکایت کے بغیر جزیہ دینے سے انکار کر دیں، یا دارالحرب چلے جائیں لیکن امام مالک نے گستاخ رسول ﷺ کو نامزد طور پر واجب القتل قرار دیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی ذمی کسی آزاد مسلمان عورت سے زبردستی بدکاری کرتا ہے تو وہ واجب القتل ہے اور اگر وہ عورت لونڈی ہے تو اسے سخت ترین اذیت سے دوچار کیا جائے گا۔[2]

ان نصوص وغیرہ سے معلوم ہوا کہ گستاخ رسول ﷺ کا قتل متعین ہو چکا ہے جیسا کہ کئی اماموں نے اس کا اثبات کیا ہے۔[3]

رہا اس آدمی کا قول جس نے یہ کہا کہ ہر عہد شکن کا قتل نامزد ہو چکا ہے اور وہ ہمارے ہاتھوں میں ہے یا پھر ہر عہد شکن کا قتل اس وجہ سے لازم ہو چکا ہے کہ اس میں مسلمانوں کے لیے ضرار اور اذیت ہے، جیسا کہ ہم نے امام احمد کا مذہب ذکر کیا ہے جیسے امام شافعی کا کلام بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔

---

1. انظر الصارم (۲/ ۴۹۶)
2. انظر الصارم (۲/ ۵۰۱)
3. من الصارم

یا کوئی یہ کہے کہ محض گستاخ رسول سے عہد شکنی ہو جاتی ہے اور اس کے مرتکب کا قتل متعین ہو چکا ہے، جیسا کہ قاضی (ابو یعلی) نے ذکر کیا ہے اور جیسے شوافع کی ایک جماعت نے یہ ذکر کیا ہے۔

اور جیسے ان لوگوں نے بھی اس کا اثبات کیا ہے جنھوں نے اس گستاخی کو عہد شکنی میں شمار کیا ہے، انھوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حاکم اجمالی طور پر عہد شکنی کے مسئلے میں فیصلے کرنے کا مختار ہے۔

انھی علماء نے دوسرے مقامات پر ذکر کیا کہ وہ بغیر کسی اختیار کے قتل ہی کیا جائے گا، یہ مسئلہ واضح ہے۔ رہا اس آدمی کا یہ قول کہ ہر عہد شکنی میں امام (حکمران) مختار ہوگا، ہم نے یہ تو ذکر کیا ہے کہ ان سے سبھی حقوق پورے پورے لیے جائیں گے، جیسے قتل کا بدلہ، حد یا تعزیر وغیرہ کیونکہ ہمارا ان سے یہ معاہدہ ہوا ہے کہ وہ ہمارے احکامات قبول کریں گے اور یہ ہمارا حکم ہے، جب ہم نے اس کے پورے احکام بیان کر دیے تو اب امام (حکمران) اس مسئلے میں خود مختار ہے جیسے کہ وہ قیدی کے مسئلے میں ہے۔

اس قول کے پیش نظر ممکن ہے کہ وہ یہ کہیں کہ گستاخ رسول ﷺ کا قتل شرعی حدود میں سے ایک حد کی وجہ سے ہے، جیسے وہ (معاہدہ) زنا اور راہ زنی سے ٹوٹ جاتا ہے اور اس جرم کی پاداش میں واجب القتل ہونے کی صورت میں اسے قتل کیا جاتا ہے، بلکہ کبھی کبھار تو حدود میں سے کسی حد کی پامالی کی وجہ سے ذمی کو قتل کیا جاتا ہے، اگرچہ اس کا معاہدہ نہ بھی ٹوٹے، جیسے اگر وہ کسی ذمی کو قتل کر دیتا ہے۔

امام مالک کے مذہب کی توجیہ اس سمت سے ممکن ہے اگرچہ بعض مالکیہ کا یہ موقف ہے کہ اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حکمران خود مختار ہے اس پر بعض فقہاء کا عمومی

اور مطلق کلام دلالت کرتا ہے، اسی طرح یہ موقف کہ اسے دار الحرب پہنچا دیا جائے گا۔

مطلق مذاہب کا اختیار ان کے ذمہ غلطی تھوپنے کے مترادف ہے، بنا بریں ضروری ہے کہ ان کا وہی کلام اختیار کیا جائے جو مفسر ہو۔

خلاصۂ کلام:

اگر اس میں اختلاف بھی ثابت ہو جائے تو یہ نقلی طور پر اور توجیہی طور پر ضعیف (ناقابل اعتبار) ہے، اس (گستاخ رسول ﷺ) کے نامزد طور پر قتل کرنے کی دلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہ اللہ احادیث اور آیات قرآنیہ ہیں، جنھیں ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ [1]

---

[1] انظر الصارم (۲/ ۵۱۲۔۵٤۱)

تیسرا مسئلہ [1]

اسے قتل ہی کیا جائے، اسے توبہ نہیں کروائی جائے گی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر

امام احمد فرماتے ہیں [2]:

"ہر گستاخ رسول ﷺ خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر واجب القتل ہے، میری رائے ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا توبہ نہیں کروائی جائے گی۔"

باوجود یہ کہ امام موصوف نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ اگر وہ مسلمان ہے تو مرتد ہوجائے گا اور اگر وہ ذمی ہے تو اس کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا، اکثر حنابلہ نے مطلق طور پر گستاخ رسول کو واجب القتل قرار دیا ہے اور توبہ کروانے کا ذکر نہیں کیا، یہاں تک کہ جو رسول اللہ ﷺ کی والدہ (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا) پر تہمت لگائے گا وہ بھی مطلق طور پر واجب القتل ہے، اس سے بھی توبہ کروانے کا ذکر نہیں ہے۔

باوجود یہ کہ ایسا مرتد جو گستاخ نہیں ہے اس سے توبہ کروانا واجب ہے یا مستحب ہے اس بارے میں آراء نقل کی گئی ہے۔

اگر وہ گستاخی سے توبہ کرے یعنی اسلام لے آئے یا دوبارہ اپنے ذمہ کی طرف پلٹ آئے اگر وہ کافر ہو اور گستاخی سے باز آجائے تو قاضی (ابو یعلی)

---

1. الصارم (۳/ ۵۵۱)
2. امام حنبل کی روایت ہے، دیکھیے: الجامع للخلال (۲/ ۳۳۹۔ أھل الملل)

وغیرہ کا قول ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچ چکی ہے۔[1]

یہی قول ابن عقیل کا ہے کہ وہ آدمی کا حق ہے اس کا ساقط کرنا معلوم نہیں ہے۔

عام اصحاب کا یہ قول ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی بلکہ اگر وہ توبہ بھی کرے اسے موت کے گھاٹ اتارنا ہی ہوگا، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے ایک قول کے خلاف کہ مسلمان سے توبہ کروائی جائے گی اگر وہ توبہ تائب ہوجائے تو فبہا بصورت دیگر قتل کر دیا جائے گا۔

اگر وہ ذمی ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معاہد نہیں ٹوٹے گا۔ شوافع کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، علامہ الشریف ''ارشاد'' میں فرماتے ہیں[2]: علامہ موصوف قابل اعتماد شخصیت ہیں۔

> ''گستاخ رسول ﷺ قتل کیا جائے گا توبہ نہیں کروائی جائے گی اہل ذمہ بھی گستاخی کی وجہ سے قتل کیے جائیں گے اگرچہ وہ بعد میں مسلمان ہو جائیں۔''[3]

علامہ ابو علی ابن البنا ''الخصال'' میں فرماتے ہیں:

> ''گستاخ رسول ﷺ واجب القتل ہے، اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اگر وہ کافر ہو اور بعد ازیں اسلام قبول کر لے صحیح مذہب یہ ہے کہ اسے قتل ہی کیا جائے گا توبہ نہیں کروائی جائے گی۔''[4]

---

[1] امام احمد سے بھی یہی ثابت ہے۔

[2] (ص: ٤٦٨)

[3] في الأصل "يستتاب" والتصويب من الصارم.

[4] كتاب الخصال والأهشام ابو علي بن البناء متوفى ٤٧١ھ کی ہے، اس کا چوتھا جز مکتبہ موسوعۃ فقیہ کویت میں موجود ہے۔ رقم (١/ ١٢٩٣)

امام مالک کا مذہب ہمارے موقف جیسا ہی ہے، ان کے اکثر علماء مسلمان یا کفر کے واجب القتل ہونے میں کوئی اختلاف ذکر نہیں کرتے اور یہ جرم اسلام قبول کرنے سے بھی ساقط نہیں ہوتا۔

علامہ قاضی ''الجامع الصغیر'' میں فرماتے ہیں[1]:

گستاخ رسول ﷺ قتل کیا جائے گا اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اگر وہ کافر ہو اور مسلمان ہو جائے تو اس میں دو روایتیں ہیں۔''

اسی طرح علامہ ابو الخطاب نے ذکر کیا ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی گستاخی کرے گا اس کی توبہ بھی قبول نہیں کروائی جائے گی اور اگر وہ کافر ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں۔

ہمارے بعض اصحاب نے ایک روایت یوں بھی ذکر کی ہے کہ مسلمان کی بھی توبہ قبول کی جائے گی، جب وہ اسلام کی تجدید کرے اور گستاخی سے رجوع کرے۔[2] ابو الخطاب نے (الھدایۃ) یہ موقف ذکر کیا ہے، بعض متاخرین بھی اسی نقش قدم پر چلے ہیں۔[3]

خلاصہ یہ ہے کہ علماء نے گستاخ رسول ﷺ کی توبہ کے بارے میں تین روایات ذکر کی ہیں:

۱۔ قبول نہیں کی جائے گی، اس کے دلائل موجود ہیں۔

۲۔ قبول ہوگی۔

---

[1] جامعہ الامام میں اس رسالہ کی تحقیق ہو چکی ہے۔ دیکھیے: المدخل المفصل (۲/ ۸۰۹)

[2] یعنی امام احمد سے عبارت میں کلمہ ''روایۃ'' مکرر ہے اور اگر ایک پر دہ اکتفا کرتے تو کفایت کر جاتا۔

[3] (۲/ ۱۱۰)

۳۔ کافر اور مسلمان کی توبہ میں تفریق کی جائے گی۔

کافر کی توبہ قبول کی جائے گی، مسلمان کی نہیں ذمی کی توبہ اسی شکل میں قبول کی جائے گی، جب وہ اسلام قبول کرے گا۔ رہا یہ مسئلہ کہ وہ گستاخی سے باز آجائے اور دوبارہ معاہدہ کرے تو ایک روایت میں ہے کہ اسے معاف نہیں کیا جائے گا۔ ❶

ہمارے اس قول کے مطابق قیدی کی طرح اسے بھی اختیار دیا جائے گا دوبارہ معاہدہ میں جانے کے لیے اس سے توبہ کروانا مشروع ہے، ایک روایت کے مطابق یہ توبہ کروانا واجب نہیں ہے، علامہ ابو الخطاب کی ذکر کردہ روایت کے مطابق اگر ذمی اسلام قبول کر لے تو قتل اس سے ساقط ہوجائے گا، یہ اس قول کی طرح ہے کہ ہر کافر کو دعوت دینا واجب ہے اور ذمی کو توبہ کروانا بھی واجب ہے۔ ❷

علامہ السامری نے ذکر کیا ہے کہ مسلمان کی توبہ کے بارے میں دو روایتیں ہیں اس کافر کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ ❸

یعنی دوسرے علماء کی روایت کے برعکس ہے، مگر معاملہ ایسا نہیں، بلکہ اس میں خلل ہے وگرنہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسلمان کی توبہ اسلام کی وجہ سے قبول کریں تو ذمی کی توبہ تو اسلام لانے کی وجہ سے بالاولیٰ قبول کی جائے گی، شیخ الاسلام نے اسے ذکر کیا ہے۔ ❹

نیز فرمایا:

علامہ السامری کی رائے میں یہ توجیہ ہے کہ مسلمان سے گستاخی غلطی کی بنا

❶ يحتمل رسمها ايضا: "تائبا" وما اثبت موافق للصارم (۳/ ۵٦۳) وهو الاوفق.

❷ الصارم (۳/ ۵٦۹، ۵۷۰)

❸ یہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحنبلی متوفی ٦۱٦ھ ہیں، ذیل الطبقات (۲/ ۱۲۱)

❹ الصارم (۳/ ۵٦٤۔۵٦۵)

پر بھی ممکن ہوتی ہے، اعتقادی طور پر ضروری نہیں، ہم اس کی توبہ کو اس وجہ سے قبول کریں گے اس کی زبان غوطہ کھا گئی ہے یا وہ انتہائی محدود پیمانے کے علم کا مالک ہے، اور ذمی تو محض تکلیف دینے کے درپے ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب اس پر حد واجب ہوگئی تو دیگر حدود کی طرح وہ حد اسلام لانے سے ساقط نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ نکلا کہ مشہور دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں توبہ نہیں کروائے جائیں گے اگر وہ دونوں توبہ کر لیں تو مشہور مذہب کے مطابق ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ [1]

ذمی کے بارے میں ان (السامری) سے منقول ہے کہ جب وہ مسلمان ہوجائے تو اس سے قتل ساقط ہوجائے گا اگرچہ وہ توبہ نہ کروایا جائے۔ ان سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان سے توبہ کروائی جائے گی اور اس کی توبہ قبول کروائی جائے گی اور اس سے ذمی نکال دیا جائے گا کہ وہ توبہ کروایا جائے، یہ انتہائی بعید ہے۔

جان لیجیے کہ گستاخی قذف کی شکل میں ہو یا کسی اور صورت میں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے، اسے امام احمد کے اکثر اصحاب اور دیگر علماء نے بھی ذکر کیا ہے۔

شیخ ابو محمد نے قذف اور گستاخی میں فرق کیا ہے اور مسلمان اور کافر کے قذف (تہمت) کے حکم میں دو روایتیں ذکر کی ہے۔ [2]

---

[1] الصارم (۳/ ۵۷۰)

[2] یہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ ہیں صاحب کتاب المغنی (متوفی ۶۲۰ ھ)

پھر کہا:

"اسی طرح اس کا گستاخ کرنا، تہمت نہ لگانا ہاں وہ اسلام لانے سے ساقط ہو جاتی ہے۔"[1]

یہ قول عنقریب آ رہا ہے۔[2]

مالکی مذہب:

رہا امام مالک کا مذہب تو اس میں گستاخ کو قتل کیا جائے گا توبہ نہیں کروائی جائے گی اور آپ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ مسلمان گستاخ رسول ﷺ کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس کا حکم زندیق کا ہے، ان کے ہاں اسے بطور حد قتل کیا جائے گا، کفر کی وجہ سے نہیں اگر وہ توبہ کا بھی اظہار کرے۔

ان سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ ارتداد ہے، آپ ﷺ کے اصحاب نے فرمایا:

"اس بنا پر اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر وہ توبہ کر لے تو اسے عبرتناک سزا دی جائے گی اگر وہ انکاری ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔"

رہا ذمی جب وہ گستاخی کرے اور پھر اسلام لے آئے، کیا اس کا اسلام اس کے قتل کو دور کر دے گا اس میں دو روایتیں ہیں، جنھیں عبدالوہاب[3] وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔[4]

شافعی مذہب:

مذہب شافعی میں گستاخ رسول ﷺ کی دو قسمیں ہیں:

---

1. دیکھیے: المغني (١٢/ ٤٠٥)
2. چوتھے مسئلہ میں بیان ہوگا۔
3. یہ قاضی عبدالوہاب بن علی بن نصر البغدادی المالکی متوفی ۴۲۲ھ ہیں، دیکھیے: تاريخ بغداد (١١/ ٣١) و ترتيب المدارك (٧/ ٢٢٠۔ ٢٢٧)
4. دیکھیے: الشفا (٢/ ٤٨٨)

اولاً: وہ مرتد کی طرح ہے اگر وہ توبہ کر لے تو قتل اس سے ساقط ہو جائے گا۔

ثانیاً: ہر حالت میں اس کی حد قتل ہے۔[1]

صیدلانی نے ایک تیسرا قول بھی ذکر کیا ہے کہ تہمت سے گستاخی کرے اسے ارتداد کی بنا پر قتل کیا جائے گا، اگر وہ توبہ کر لے تو اس کا قتل زائل ہو جائے گا اور تہمت کے جرم میں اسّی کوڑے لگائے جائیں گے، اگر وہ تہمت کے علاوہ کوئی اور گستاخی کرے تو اس کے جرم کے مطابق اسے تعزیر لگائی جائے گی۔[2]

پھر مؤلف نے ان لوگوں کے دلائل ذکر کیے جن کے ہاں گستاخ کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور جو اس کے معارض دلیل ہے ان کا بھی جواب دیا ہے۔[3]

اور اس پر استدلال قرآن مجید، سنت نبویہ، اجماع اور اعتبار (اقدار) کے ایسے دلائل سے کیا ہے جنھیں رد کرنا ممکن نہیں ہے، جن کی مقدار ہمارے شہر کی آٹھ کا پیاں بنتی ہے، انھیں وہاں سے ملاحظہ کیا جائے۔[4]

---

[1] دیکھیے: روضة الطالبين (١٠/ ٣٣٢) و مغني المحتاج (٤/ ١٤١)

[2] یہ ابوبکر محمد داود بن محمد الصیدلانی الشافعی متوفی ۴۲۷ھ، ہیں دیکھیے: طبقات السبكي (٤/ ١٤٨)

[3] هذا من كلام المختصر إلى نهاية الفقرة.

[4] شیخ الاسلام نے الصارم (٣/ ٧٠٩۔ ٨٦٢) میں ذمی اور گستاخ مسلمان کے قتل کے لازم ہونے پر ستائیس طریقوں سے استدلال کیا ہے۔ پھر مخالفین اور ان کے اعتراضات کے پچیس جوابات دیے۔ (٣/ ٨٦٤۔ ٩٤٠)

چوتھا مسئلہ[1]

گستاخی سے کیا مراد ہے اس میں اور محض کفر میں کیا فرق ہے؟

اس بحث سے قبل ہم بطور مقدمہ چند باتیں ذکر کرنا چاہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی ظاہری اور باطنی کفر ہے، خواہ گستاخ اس کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھے یا اسے حلال سمجھے یا پھر وہ اپنے عقیدے سے بے خبر ہو، یہ مذہب فقہاء اور دیگر ان اہل سنت کا ہے جن کے ہاں ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔

امام اسحاق بن راہویہ، جو امام شافعی اور امام احمد کے علم و فضل میں ہم پلہ ہیں، فرماتے ہیں:

> ''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی گستاخی کرے یا اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کرے یا وہ کسی ایسی چیز کا رد کرے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے یا وہ کسی پیغمبر کو قتل کرے وہ کافر ہے اگرچہ وہ ہر منزل میں اللہ کا اقرار کرے۔''[2]

یہی موقف سحنون کا ہے اور فرمایا: جو اس کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے، متعدد علما نے اس کا اثبات کیا ہے جن میں امام احمد امام شافعی وغیرہ شامل ہیں۔

مزید فرمایا:

> جو اللہ تعالیٰ کی کسی نشانی سے ٹھٹھا کرے وہ کافر ہے۔''[3]

---

[1] الصارم (۳/ ۹۰۵)

[2] اسی طرح اسحاق مروزی سے تعظیم قدر الصلاۃ (۲/ ۹۳۰) میں مروی ہے۔

[3] دیکھیے: الشفا (۲/ ۳۹۳)

اسی طرح ہمارے اصحاب اور دیگر علما نے فرمایا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کرے وہ کافر ہے، خواہ مزاحاً کرے یا عمداً اور یہی موقف درست ہے۔

قاضی (ابو یعلی) فرماتے ہیں[1]:

"جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کرے وہ کافر ہوگا خواہ وہ اسے حلال سمجھے یا نہ سمجھے اگر وہ کہے کہ میں تو اسے حلال نہیں سمجھتا، ظاہر حکم میں اس سے قبول نہیں کیا جائے گا، ایک روایت یہی ہے اور وہ مرتد ہوگا، ظاہراً اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا، رہا باطنی اعتبار سے، اگر وہ سچا ہے تو وہ مسلمان ہے، جیسے زندیق کے بارے میں ہمارا موقف ہے۔"

قاضی نے فقہاء سے نقل کیا ہے کہ گستاخ رسول ﷺ، اگر وہ اسے حلال سمجھتا ہے تو، وہ کافر ہے، اگر وہ اسے حالال نہیں سمجھتے تو اس نے فسق و فجور کیا اسے کافر نہیں کہا جائے گا، جیسے صحابہ کرام کی گستاخی ہے۔

بعض عراقیوں سے نقل کیا گیا ہے کہ گستاخ رسول کو کوڑے لگائے جائیں گے، امام مالک نے اس کا انکار کیا ہے اور اس فتویٰ کو رد کیا ہے۔[2]

حافظ ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ بعض لوگوں کے ہاں ٹھٹھا کرنے والوں کو کافر نہیں کہا جائے گا۔[3]

---

[1] ابو یعلی نے اپنی کتاب "المعتمد في أصول الدين" میں بیان کیا ہے، جیسے الصارم میں ہے، یہ کتاب بھی مفقود ہے اور جو مطبوع ہے وہ مختصر ہے۔ اور اس میں یہ عبارت نہیں ہے۔

[2] دیکھیے: الشفا (۲/ ۴۱۱)

[3] دیکھیے: المحلی (۱۲/ ۴۳۱)

قاضی عیاض نے بعض فقہائے عراق کی تردید اور حافظ ابن حزم کے ذکر کردہ اختلاف کے بعد متعدد علماء کا اجماع نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ بعض فقہائے عراق مشہور بالعلم نہیں ہیں اور ان کے فتویٰ کی مختلف وجوہ سے تاویل کی ہے۔[1]

شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

فقہاء سے جو حکایت مذکور ہے کہ اگر وہ گستاخی کو حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے وگرنہ نہیں، اس قول کی کوئی بنیاد نہیں، قاضی نے اس حکایت کو بعض متکلمین سے نقل کیا ہے۔[2] جنھوں نے فقہاء سے نقل کیا ہے یہ جھوٹ ہے انھوں نے ان کے اصولوں کے پیش نظر یہ اصول بیان کر دیا ہے۔

لہٰذا کوئی یہ گمان نہ کرے کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے، یہ محض غلط ہے۔[3]

فصل[4]

ہم اب اصل مسئلہ کی طرف پلٹتے ہیں۔ ہم نے کہا ہے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جو آپ ﷺ کی گستاخی کرے اس کا خون مباح ہے اور وہ کافر ہے، اگرچہ ہر کفر گالی نہیں ہوتا، اب ہم علماء کی عبارات نقل کریں گے۔

---

1. الشفا (٢/ ٤١١)
2. یعني: أبا یعلی.
3. شیخ الاسلام نے یہاں (٣/ ٩٦٠۔ ٩٧٦) میں مرجیہ، کرامیہ اور جہمیہ کو ذکر کیا ہے جن کا قول ہے کہ محض گستاخی اور ٹھٹھا کفر نہیں ہے، بلکہ وہ لازمی نہیں ہے، بلکہ وہ لازمی طور پر اسے حلال بھی سمجھے، ان شبہات کے جوابات دیے جن پر مزید اضافہ ممکن نہیں ہے، ہم نے ان کے کلام کی تلخیص مقدمۃ التحقیق (ص: ۵۔۱۴) میں بیان کر دی ہے، لہٰذا اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔
4. الصارم (٣/ ٩٧٧)

امام احمد فرماتے ہیں:

''جو رسول اللہ ﷺ کی گستاخی یا توہین کرے وہ مسلمان ہو یا کافر وہ واجب القتل ہے، اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی۔''

مزید فرمایا:

''جو کوئی ایسی چیز ذکر کرے جس میں رب کا ذکر کر کے پھبتی کسے وہ واجب القتل ہے۔''[1]

ہمارے اصحاب کے ہاں یہ ہے:

''جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی اشارتاً کرے یہ ارتداد ہے اور یہ صراحتاً گستاخی کے حکم میں ہے۔''[2]

اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کی والدہ پر قذف لگائے تو یہ ان اسباب میں سے ایک ہے جو قتل کو لازم کرتا ہے اور اس کی شدت میں اضافہ کرتا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں[3]:

''ہر وہ شخص جو گستاخی رسول ﷺ کرے، عیب جوئی کرے، آپ ﷺ کی شخصیت، نسب نامہ، دین یا کسی خوبی کو داغ دار کرتا ہے یا پھر اشارتاً گستاخی کرتا ہے یا کسی ناپسندیدہ چیز سے تشبیہ دیتا ہے یا آپ کی حیثیت کم کرتا ہے یا بے قدری کرتا ہے یا عیب جوئی

---

[1] حنبل کی روایت ہے، جیسا الجامع لأهل الملل للخلال (۲/ ۳۳۹) میں ہے۔

[2] انظر: الانصاف (۱۰/ ۳۳۳)

[3] الشفا (۲/ ۳۹۲۔ بشرح القاری)

کرتا ہے، یہ گستاخ ہے اسے قتل کیا جائے گا، خواہ وہ گستاخی صراحتاً کرے یا اشارتاً۔ اسی طرح جو آپ پر لعنت کرے یا نقصان پہنچانے کی خواہش کرے، بد دعا کرے، ایسی چیز کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرے جو آپ ﷺ کے منصب کے لائق نہیں یعنی بطور مذمت، آپ ﷺ کی زندگی کے کسی پہلو کے بارے میں عیب جوئی کرے، جھوٹ بہتان تراشی اور بکواس کرے، یا جو آپ ﷺ پر مصیبتیں اور پریشانیاں آئیں ان میں سے کسی کا طعنہ دے یا آپ ﷺ کے بعض بشری تقاضے کے تحت کیے ہوئے جائز کاموں کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھے یا جو آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔''

قاضی صاحب فرماتے ہیں:

ان چیزوں پر علما، صحابہ کرام سے لے کر ہنوز مفتیان اسلام کا اجماع ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو آپ کو گالی دے اسے قتل کیا جائے گا توبہ نہیں کروائی جائے گی۔''

امام ابن القاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یا آپ ﷺ کو گالی دے، عیب جوئی کرے توہین کرے وہ قتل کیا جائے گا اس کا حکم زندیق کا ہے۔''[1]

بعض مالکیہ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی نبی ﷺ پر کسی مکروہ چیز کی بد دعا کرے اسے بغیر توبہ کرائے قتل کیا جائے گا۔[2]

---

[1] دیکھیے: الشفا (۲/ ۳۹۵)

[2] اسے قاضی نے الشفا (۲/ ۳۹۶) میں ذکر کیا ہے۔ الصارم اور الشفا میں بعض مالکیہ کا ذکر ہے۔

قاضی عیاض نے مختلف فیصلوں میں مشہور فقہائے مالکیہ کا اجماع نقل کیا ہے کہ اسے بغیر توبہ کرائے قتل کر دیا جائے گا۔[1]

ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک آدمی نے کچھ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے سنا، اچانک ان کے پاس سے ایک بدشکل اور بری داڑھی والا آدمی گزرا ایک بدبخت نے کہا: کیا تم نبی ﷺ کی شکل وصورت جاننا چاہتے ہو؟ وہ ایسا تھا جیسا یہ آدمی گزر رہا ہے۔

اور وہ واقعہ ہے کہ ایک آدمی نے کہا: نبی ﷺ تو کالے رنگ کا تھا۔

اسی طرح آتا ہے کہ ایک آدمی کو کہا گیا: لا وحق رسول اللہ ﷺ! اس نے جواب دیا: اللہ اس سے ایسا ویسا کرے اسی طرح: ''عشار'' (سامان کا ٹیکس وصول کرنے والا)

أدِّ، واشكُ إلى النبي ﷺ.[2]

''تو ٹیکس ادا کر اور جا نبی کو جا کر شکایت کر۔''

اسی طرح متفقہ (بناوٹی فقیہ) اپنے مناظرہ میں آپ ﷺ کا نام یتیم اور ختن حیدرہ (ختن سے مراد ہر وہ رشتہ دار جو عورت کی طرف سے ہو) رکھتا، اور اس (بدبخت) کا یہ تصور تھا کہ آپ ﷺ کا زہد ارادتاً نہ تھا اگر وہ پاکیزہ چیزوں کو کھانے کی قدرت رکھتے تو ضرور استعمال کرتے اسی طرح کی یاوہ گوئی کرتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہر وہ اشارہ جس میں سبکی ہو وہ گالی ہے۔''

---

[1] في الشفاء (٢/ ٣٩٧ ـ ٣٩٨)

[2] أي أنه غير مبال باطلاع النبي ﷺ على اخذه المكس.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر احناف فرماتے ہیں:

"جو توہین کرے، یا اظہار براءت کرے یا تکذیب کرے وہ مرتد ہے۔"

علما کے سبھی گروہوں کے دلائل کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی توہین ایسا کفر ہے جس کی بدولت خون مباح ہو جاتا ہے اور ان علماء کا توبہ کروانے میں اختلاف پیچھے گزر چکا ہے۔

اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ عیب جوئی کا قصد کرے یا نہ قصد کرے، یا بطور تمسخر کہے یا مزاحاً، یہ سب یکساں ہیں کیونکہ بسا اوقات آدمی ایسا کلمہ کہتا ہے وہ اس کے وبال کی وجہ سے ایسی آگ میں جا گرتا ہے جو مشرقین سے زیادہ دوری رکھتی ہے۔[1]

جو آدمی جس قسم کی گستاخی اور توہین کرے یقیناً اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے اور اس کا تعلق بھی ان اقوال سے ہے جو اقوال بذات خود باعث اذیت ہونے کی وجہ سے لوگوں کو اذیت دیتے ہیں اگرچہ اس کا قائل اذیت دینے کا ارادہ نہ بھی کرے، کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

﴿ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ... ﴾ [التوبة: ٦٥]

"ہم تو محض خوش گپی اور دل لگی کر رہے تھے۔"

جو شخص کسی سے جھگڑا کرے اور کسی حکم میں اس سے بحث و مباحثہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کے ذکر سے اس کا سینہ تنگ ہو جائے یہاں تک کہ وہ

---

[1] جس طرح صحيح البخاري، حديث (٦٤٧٧) میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کہ انسان بسا اوقت ایسا کلمہ بولتا ہے کہ وہ جہنم میں اتنی دور چلا جاتا ہے جتنا کہ مشرق مغرب سے دور ہوتا ہے۔"

اپنی گفتگو میں فحش گوئی کرے۔ وہ قرآن مجید کی آیت:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ... ﴾ [النساء: ٦٥]

''تیرے رب کی قسم! یہ اتنی دیر تک مؤمن نہیں ہو سکتے، جتنی دیر تک وہ اپنے جھگڑوں میں آپ کو فیصل تسلیم نہ کریں۔''

کی رو سے کافر ہے، اس کا یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا کہ وہ اپنے مد مقابل کو پچھاڑنا چاہتا تھا۔

یہ قول بھی اسی قول جیسا ہے جس نے کہا تھا: ''یہ ایسی تقسیم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود نہیں ہے۔''[1]

اور دوسرے نے کہا:

''اے محمد ﷺ عدل کر، تو نے عدل و انصاف نہیں کیا۔''

ایک انصاری کا یہ کہنا: ''تیری پھوپھی کا بیٹا ہے۔''[2]

یہ صراحتاً کفر ہے آپ نے اس سے اسی طرح چشم پوشی کی جس طرح آپ نے اس آدمی سے کی جس نے کہا اس تقسیم سے خوشنودی الٰہ مقصود نہیں ہے اور اسی آدمی سے جس نے کہا: عدل کر، ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے ایک آدمی کو اس وجہ سے قتل کر ڈالا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کا

---

[1] یہ ذو الخویصرۃ تھا جس کا واقعہ صحیح البخاري، حدیث (٦١٥٠) و صحیح مسلم، حدیث (١٠٦٢) میں حضرت ابن مسعود سے مروی ہے، یہ واقعہ حضرت ابن مسعود کے علاوہ اور صحابہ سے بھی مروی ہے۔

[2] کھیت کو سیراب کرنے کے حوالے سے حضرت زبیر بن العوام کا قصہ ہے، جسے امام بخاری، حدیث (٢٣٦٢) نے بیان کیا ہے۔

حکم نہیں مانا۔[1] قرآن مجید اس کی موافقت میں نازل ہوا۔[2] اور آپ ﷺ کے فیصلے پر تنقید کرتا ہے اس کا کیا ہوگا؟

ایک جماعت، جن میں ابن عقیل اور شوافع ہیں، نے کہا ہے جو ایسا کرے اس کی سزا تعزیر ہے، پھر انھی میں سے بعض نے کہا اسے تعزیر نہیں لگائی جائے گی کیونکہ وہ غیر واجب ہے اور بعض نے کہا: اس سے چشم پوشی کی جائے کیونکہ یہ اس کا حق ہے، بعض نے کہا: اسے سزا دی جائے گی، جیسے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا: وہ اپنی کھیتی سیراب کرے، پھر پانی روک لے یہاں تک کہ وہ کھیتی کی دیواروں تک پہنچ جائے۔

یہ سب ردی اقوال ہیں اور جو آدمی اس میں تھوڑا سا غور وفکر کرے گا اسے کوئی شک نہ ہوگا کہ یہ قتل کا مستحق ہے، اگر کوئی اعتراض کرے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ وہ بدری ہے اور بدری کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے کفر کیا ہے۔

اسے جواب دیا جائے گا کہ اس زیادت کو ابو الیمان عن شعیب بیان کرتے ہیں اور اکثر راویان بیان نہیں کرتے، لہٰذا یہ وہم ہے۔[3]

جیسے حضرت کعب اور ہلال بن امیہ کی حدیث میں ہے کہ وہ بدری صحابی ہیں۔[4] اہل مغازی اور اصحاب السیرت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ

---

[1] یہ اس "مختصر" میں نہیں گزرا بلکہ اصل الصارم (۲/ ۸۵) میں گزر چکا ہے۔

[2] اس واقعہ کو اسحاق بن راہویہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے، اسی طرح دُحیم نے بھی، ابن جریر (۴/ ۱۶۲) اور ابن ابی حاتم نے بھی۔ دیکھیے: الصارم (۲/ ۸۱۔ ۸۵) و فتح الباري (٥/ ٤٦) و الدر المنثور (٢/ ٣٢٢) ابن تیمیہ اور ابن حجر اس کی تقویت کی طرف رجحان رکھتے ہیں۔

[3] ابن تیمیہ نے اس کو وہم ہونے کو جزماً ثابت نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا "ممکن ہے یہ وہم ہو۔"

[4] جس طرح یہاں ہے اسی طرح اصل (۳/ ۹۸۷) میں ہے، عبارت میں سقط ہے، ←

دونوں بدر میں شریک نہیں ہوئے۔[1]

اسی بنا پر ابن اسحاق نے زہری سے روایت کرتے ہوئے اسے ذکر نہیں کیا۔[2] مگر اس کا صحیح ہونا ظاہر ہے۔

ہم اس وقت کہیں کہ حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ یہ قصہ بدر کے بعد پیش آیا، ممکن ہے کہ وہ بدر سے پہلے ہوا ہو اور صحابی بدری کہلائے کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے قصہ اس وقت بیان کیا جب وہ بدری بن چکے تھے اور اگر یہ بدر کے بعد پیش آیا تو اس کے قائل نے توبہ و استغفار کر لیا ہوگا اور توبہ گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔[3]

فصل

جب یہ ثابت ہوگیا کہ ہر گستاخی، جو صراحتاً ہو یا اشارتاً، قتل کو واجب کرتی ہے، جس چیز کی پاسداری کرنا لازم ہے وہ یہ ہے کہ اس گستاخی جس سے توبہ قبول نہیں ہوتی اور وہ کفر جس سے توبہ قبول کی جاتی ہے ان دونوں میں تفریق ہے، اسی بنا پر ہمارا یہ موقف ہے:

← درست یوں ہے: ''جس طرح حضرت کعب کی حدیث میں مرواۃ بن ربیع اور ہلال بن امیہ کا واقعہ گزر چکا ہے۔'' یہ اضافہ ضروری ہے کیونکہ حضرت کعب نے صراحت کی ہے کہ وہ معرکۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تاہم حضرت مرارۃ اور ہلال دونوں بدری ہیں۔

1. فتح الباری (۷/ ۳۶۱ ـ ۳۶۲، ۷۲٤ ـ ۷۲۵) اور زاد المعاد (۳/ ۵۷۷) میں یہ اختلاف ملاحظہ ہو، حافظ ابن حجر تو ان کے بدر ہونے کی طرف میلان رکھتے ہیں اور ابن القیم اس کے برعکس ہیں، ہر ایک کی دلیل اور حجت ہے۔
2. في السيرة النبوية (۲/ ۵۳٤)
3. دیکھیے: فتح الباري (۵/ ٤٤)

اس عمل کو قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اذیت قرار دیا گیا ہے، بعض احادیث میں اسے گستاخی اور گالی سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ جس نام کی لغت اور شریعت میں حد بندی نہ ہو اس کی تحدید میں عرف کو پیش نظر رکھا جائے گا، لغت میں جیسے آسمان اور زمین کا نام ہے اور شریعت میں نماز، زکوۃ، کفر اور ایمان کا نام ہے، عرف میں جیسے کسی چیز کا حصول اور سٹاک ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ٹھہرا کہ تکلیف، گستاخی اور گالم گلوچ میں عرف کا اعتبار کیا جائے۔ اہل عرف جسے گستاخی، توہین، عیب جوئی، طعنہ زنی وغیرہ قرار دیں وہ توہین ہے، اور جو ایسا نہ ہو وہ کفر ہے گستاخی نہیں۔

اس مسئلہ میں یہ اعتبار کیا جائے گا کہ وہ گستاخی اور تکلیف رسول ﷺ کے لیے ہو اگرچہ وہ دوسروں کے لیے گالی اور اذیت نہ ہو۔ اسی بنا پر یہ بات ہے کہ جو الفاظ غیر نبی کے لیے کہے تو اس پر تعزیر یا حدود میں سے کوئی حد لاگو ہو جائے تو وہ نبی ﷺ کے بارے میں گستاخی ہی شمار ہوگی جیسے تہمت تراشی اور لعنت کرنا وغیرہ ہیں۔

رہی وہ مذمت جو منصب نبوت کے ساتھ خاص ہے اگر وہ صرف نبوت کی عدم تصدیق پر مشتمل ہے تو یہ محض کفر ہے۔[1] اگر اس میں عدم تصدیق کے ساتھ ٹھٹھا، تحقیر ہو تو وہ گستاخی ہوگی۔ یہاں کچھ اجتہادی مسائل ہیں جن میں فقہائے کرام متردد ہیں کہ وہ گستاخی ہے یا محض ارتداد ہے، پھر یہ ثابت ہوا کہ وہ گستاخی نہیں ہے، اگر اس کا مرتکب روپوش ہو جائے تو وہ زندیق ہے، اس کا حکم بھی زندیق کا ہوگا وگرنہ وہ محض مرتد ہوگا، اس مسئلہ کی سبھی اقسام کو اکٹھا کرنا اور ان میں فرق کرنا کسی اور محل کا محتاج ہے۔

---

[1] في الأصل "فإنه لم يتضمن محرد" والاصلاح من الصارم.

فصل [1]

رہا ذمی تو محض اس کے کفر اور اس کی گستاخی میں تفریق کرنا لازم ہے، اس کے کفر سے بالاتفاق نہ تو عہد شکنی ہوتی ہے اور نہ ہی معاہد کا خون مباح ہوتا ہے۔ رہا اس کا گستاخی کرنا تو اس وجہ سے اس کا معاہدہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور وہ واجب القتل بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ پیچھے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

قاضی (ابو یعلی) فرماتے ہیں:

''ذمیوں کا معاہدہ انھیں ان کے کفر پر رہنے کی اجازت دیتا ہے مگر گستاخی رسول ﷺ پر نہیں۔'' [2]

ہمارا موقف یہ ہے کہ اصحاب کرام اور سلف صالحین کے آثار سے مطلق طور پر یہ ثابت ہوتا ہے جو گستاخی کرے خواہ وہ مسلمان ہو یا معاہد، وہ گستاخی میں تفریق نہیں کرتے اور نہ ہی وہ متواتر یا غیر متواتر توہین میں تفریق کرتے ہی اور نہ ہی ان کے اعلانیہ کرنے میں اور نہ ہی غیر اعلانیہ کرنے میں۔

غیر اعلانیہ سے مراد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے انبوہ میں اس حوالے سے گستاخی نہ کرے وگرنہ اس کے بذات خود اقرار پر یا دو مسلمانوں کی گواہی کی بدولت اسے حد لگائی جائے گی۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ فرض کیا جائے کہ اس نے اپنے خالی گھر میں گستاخی کی تو اس کے مسلمان پڑوسیوں نے اسے سن لیا یا پھر کوئی مسلمان ان سے تھوڑی سی گستاخی سن لیتا ہے۔

---

[1] الصارم (۳/ ۹۹٤)

[2] الصارم میں ''معاہدہ'' کے بجائے ''امان'' ہے۔

امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

"ہرِ گستاخ اور توہین کا ارتکاب کرنے والا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر قتل کیا جائے گا۔"[1]

ہمارے اصحاب نے بھی اسے مطلق طور پر بیان کیا ہے کہ اگر وہ تنقیص کرے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر قتل کیا جائے گا۔

قاضی (ابو یعلی) اور ابن عقیل رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے:

"جو ایمان کو باطل کر دیتی ہے وہ امام کو بھی باطل قرار دیتی ہے جب اسے اعلانیہ کریں۔"

ابن عقیل نے اس قیاس کو ہر اس آدمی کے لیے عام کیا ہے جو تثنیہ یا تثلیث کے ساتھ ایمان کی تنقیص کرتا ہے۔[2] جیسے عیسائیوں کا قول ہے کہ اللہ تین کا تیسرا ہے، اسی طرح جو ذمی اپنے دین کے مطابق بھی اعلانیہ شرک کرے گا اس کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔

قاضی (ابو یعلی الفراء) فرماتے ہیں کہ امام احمد نے صراحت کی ہے، جیسا کہ ان سے حنبل میں روایت کی ہے کہ جو شخص بھی اشارتاً اللہ تعالیٰ کی توہین کرے وہ واجب القتل ہوگا، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، یہی اہل مدینہ کا مذہب ہے۔[3] امام احمد نے اس یہودی کے بارے میں فرمایا جو کسی مؤذن کو اذان دیتا

---

[1] انظر ما تقدم (ص: ۹۰، ۹۱)

[2] مجوسیوں کے عقیدہ کے مطابق تثنیہ سے یہ ہے کہ تدبیر، نفع اور نقصان کا مالک اجالے اور اندھیرے کو سمجھتا ہے۔ عیسائیوں کے عقیدہ میں تثلیث سے مراد جو باپ، بیٹا اور روح القدس (جبریل) معروف ہیں۔

[3] اس کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔

ہوا سن کر کہتا ہے تو نے جھوٹ بولا ہے، امام صاحب نے فرمایا: اس کی گستاخی کی وجہ سے اسے قتل کیا جائے گا۔[1]

امام ابن القاسم نے گستاخ رسول کے بارے میں کہا کہ وہ گستاخ، کہے وہ نبی نہیں، یا انھیں نبی نہیں بنایا گیا یا اس پر کوئی قرآن نازل نہیں کیا گیا وہ تو بس اپنی طرف سے کہتا ہے، تو اسے قتل کیا جائے گا، اگر وہ یہ کہے کہ وہ ہماری طرف نہیں بھیجے گئے بلکہ صرف مسلمانوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام اور عیسی علیہ السلام ہیں تو ان پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔[2]

اگر وہ یہ کہے کہ اس کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے، اسے ادب سکھلایا جائے گا اور طویل عرصہ اسے قید کر دیا جائے گا، یہ قول محمد بن سحنون کا ہے جسے وہ اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں اور ان کا یہ قول بھی ہے۔ کہ اگر وہ ایسے انداز میں گستاخی کرے جس بنا پر وہ کافر بھی ہے تو وہ قتل نہیں کیا جائے گا اور ایسی گستاخی کے علاوہ اور گستاخی پر قتل کیا جائے گا، الا یہ کہ وہ اسلام قبول کرے۔[3]

موصوف نے یہودی کے بارے میں کہا جو مؤذن کی شہادت سن کر کہے ''کذبت'' تو نے جھوٹ بولا ہے، اسے سزا دی جائے گی اور قیدی بنایا جائے گا۔[4] اسی صورت کے حوالے سے امام احمد کی صراحت گزر چکی ہے کہ وہ قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے گستاخی کی ہے۔

---

1. الجامع (٢/ ٣٣٩۔ أهل الملل)
2. دیکھیے: الشفا (٢/ ٤٨٥)
3. الشفا (٢/ ٤٨٦)
4. المصدر السابق.

شوافع کا اختلاف:

گستاخ رسول ﷺ کی گستاخی کی وجہ سے ذمی کے معاہدہ کا ٹوٹ جانا اور اس کے واجب القتل ہونا میں شوافع کا اختلاف اور اور اس کی دو سمتیں ہیں:

پہلی سمت:

ہمارے نبی ﷺ کی مطلق طور پر گستاخی کرنے سے اور اسی طرح ہمارے دین میں اعلانیہ تنقید کرنے سے ان کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا، اگرچہ وہ اسے دین ہی گردانیں، جمہور کا یہی قول ہے۔

دوسری سمت:

وہ جسے دین سمجھیں کہ وہ رسول ﷺ نہیں اور قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے تو یہ اسی طرح کا اظہار ہے جیسے ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے اور تثلیث کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے۔[1]

ان (بعض شوافع) کا کہنا ہے کہ بغیر کسی تردد کے عہد نہیں ٹوٹے گا بلکہ ان کے اعلانیہ اظہار پر تعزیر لگائی جائے گی۔ رہا جو گستاخی کرے اور وہ اسے دین نہ سمجھے جیسے آپ ﷺ کے نسب نامہ میں طعن کرنا، اس آدمی کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے یہ صیدلانی اور ابو المعالی وغیرہ کا پسندیدہ موقف ہے۔[2]

جبکہ دلائل سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی گستاخی، خواہ وہ اسے دین

---

[1] تحريف العبارة في الصارم: إلى : "انهم اذا ظهروه" وإن كانوا يعتقدون فيه دينا من انه... وهو انتقال نظر من السطر الذي قبله.

[2] الصیدلانی کا تعارف پہلے گزر چکا ہے، ابو المعالی سے مراد امام الحرمین الجوینی متوفی (۴۷۸ھ) ہیں۔

سمجھیں یا نہ سمجھیں، یکساں ہے اور مطلق طور پر گستاخی واجب القتل قرار دیتی ہے اور جو بحث پہلے گزر چکی ہے وہ کافی ہے۔ وہ لوگ جو آپ ﷺ کی ہجو کرتے ہیں اور عیب جوئی کرتے ہیں اور آپ ﷺ سے لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں اگرچہ وہ اس بارے میں دین کا عقیدہ رکھے تو اس کے قتل کا حکم دیا گیا ہے۔ اس فرق کی کوئی حیثیت نہیں۔[1]

اسی طرح اگر ہم یہ کہیں کہ گستاخی وہی ہوگی جو ان کے دین میں نہ ہوگی۔

تو ہر آدمی کے لیے یہ عذر پیش کرنا ممکن ہوگا کہ میں اسے دین سمجھ کر کرتا ہوں۔

تو اس وقت ہم اسے کہیں گے کہ گستاخی کو بطور مثال بیان کرنا یا اس کی کیفیت بیان کرنا دل اور زبان دونوں پر ثقیل ہے اور ہم اس حوالے سے اپنے مونھوں کو کھولنا بہت بڑی جسارت سمجھتے ہیں۔ لیکن بحث اس کی متقاضی ہے لہٰذا ہم فرضی طور پر بغیر کسی تعین کے مطلقاً گستاخی کی اقسام بیان کیے دیتے ہیں اور فقیہ اپنے متعلقہ قول کا انتخاب کر لے۔

گستاخی کی اقسام:

گستاخی کی دو قسمیں: ① دعا۔ ② خبر

دعا تو اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی لوگوں کو کہے: ''اللہ اس پر لعنت کرے، اللہ اس کا برا کرے، اللہ اسے ذلیل کرے، اللہ اس پر رحم نہ کرے، اللہ اس سے راضی نہ ہو، اللہ نے اسے جڑ سے اکھیڑ پھینکا۔'' یہ انبیاء اور غیر انبیاء کے لیے گالی

---

[1] اصل میں اس کے بیکار ہونے کی تین وجوہات مذکورہ ہیں اور ''المختصر'' میں صرف تیسری ذکر کی گئی ہے۔

ہے، یا وہ کسی نبی کے بارے میں کہے: ''اللہ اس پر درود نہ بھیجے اور نہ ہی سلام، اللہ اس کا ذکر بلند نہ کرے، اللہ اس کا نام مٹا دے۔'' وغیرہ ایسی دعا جس میں دنیا، دین یا آخرت میں نقصان کا تقاضا ہو، یہ سب کچھ اگر مسلمان یا معاہد سے صادر ہو تو یہ گستاخی ہے اور ہر حالت میں مسلمان قتل کیا جائے گا اور ذمی جب اس کا اظہار اعلانیہ کرے گا تو وہ بھی اس جرم کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔

رہا اس کا بظاہر دعا کرنا اور باطنی طور پر بد دعا کرنا جو اس کی غلطی سے معلوم ہو جائے، کہ کچھ لوگ اسے سمجھ پائیں اور کچھ نہ سمجھ پائیں، مثال کے طور پر السام علیکم (تمھیں موت آئے) جب وہ سلام کرنے کے موقع پر کہے اور باور کرائے کہ وہ السلام (تم پر سلامتی ہو) کہتا ہے تو اس میں دو اقوال ہیں:

پہلا قول: یہ گستاخی ہے جس بنا پر واجب القتل ہے اور رسول اللہ ﷺ کا یہودی کو اس وقت معاف کرنا ہے جب اسلام کمزور تھا اور آپ کو درگزری کا حکم تھا، یہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا قول ہے۔●

دوسرا قول: یہ وہ گستاخی نہیں ہے جو معاہدہ کو توڑ دیتی ہے کیونکہ انھوں نے گستاخی اعلانیہ نہیں کی اور نہ ہی اسے ظاہر کیا ہے بلکہ انھوں نے لفظاً اور حالاً سلام ہی ظاہر کیا ہے اور ''لام'' کو خفیہ انداز میں حذف کر دیتے ہیں جسے بعض سامعین سمجھ پاتے ہیں اور کبھی اس کا ادراک بھی نہیں ہوتا۔● لہٰذا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کی تردید کریں اور یہ شرعی حکم ہم میں باقی ہے، ہمارے متقدمین اصحاب کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے۔

یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ موت کی دعا اور موت برحق ہے گستاخی نہیں بلکہ

● انظر: الشفا (۲/ ۴۱۵، ۴۱۶) و فتح الباري (۱۲/ ۲۹۳، ۲۹۴)

● الصارم (۳/ ۱۰۰۷) میں ہے کہ ''جبھی کبھار اسے اکثر لوگ سمجھ نہیں پاتے۔''

مسلمانوں کے خلاف موت کی اور دین چھوڑنے کی بد دعا کرنا بہت بڑی گستاخی ہے جیسا کہ صحت، سلامتی کی دعا باعثِ عزت ہے۔

گستاخی، دوسری قسم [1]:

خبر دینا ہے: ہر وہ چیز جسے لوگ گستاخی، گالی یا توہین شمار کریں اس سے قتل لازم ہو جاتا ہے کیونکہ کفر گستاخی کو لازم نہیں ہے۔ اور ایک ہی بول ایک حالت میں گستاخی ہوتا ہے اور دوسری حالت میں گستاخی نہیں ہوتا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگوں، ماحول اور اقوال کے اختلاف سے مختلف ہو جاتا ہے، جب گستاخی کی لغوی اور شرعی تعریف نہ ہو تو عرف کو مدنظر رکھا جائے گا، لوگوں کے عرف میں جو گستاخی ہو گا اس پر صحابہ کرام اور علماء کے کلام کو محمول کیا جائے گا وگرنہ نہیں۔

ہم نے اس کی متعدد اقسام ذکر کی ہیں، اس لیے ہم کہتے ہیں:

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی توہین اور ٹھٹھے کا برملا اظہار مسلمانوں کے ہاں گستاخی ہے، جیسے کوئی گدھے یا کتے کا نام رکھ دیتا ہے یا پھر انھیں مسکنت، ذلت، رسوائی سے موصوف قرار دیتا ہے یا وہ یہ خبر دیتا ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہے اور اس پر لوگوں کے گناہوں کا بوجھ ہے، اسی طرح اس انداز سے تکذیب کرتا ہے جو مکذب کی توہین کا باعث ہوتی ہے، مثلاً وہ آپ کو ساحر، دھوکے باز، متکبر باور کراتا ہے جو ان کی پیروی کرے گا وہ نقصان اٹھائے گا، اگر وہ ان مذمتوں کو بطور اشعار بیان کرے تو یہ انتہائی بڑی گستاخی ہوگی، اس سے تحفظ حاصل کیا جائے گا۔

رہا اس کا اپنے عقیدے کے بارے میں بغیر طعن کے خبر دینا، مثلاً اس کا کہنا کہ میں اس کا متبع نہیں ہوں میں اس کی تصدیق نہیں کرتا، میں اس سے محبت

---

[1] الصارم (۳/ ۱۰۰۹)

نہیں کرتا، میں اس سے راضی نہیں۔[1] اور اس کی توہین کا کوئی قرینہ نہ ہو کیونکہ اس نے اپنے عقیدہ کے بارے میں خبر دی ہے جو اس کی جہالت، دشمنی، حسد اور اپنے اسلاف کی تقلید کی وجہ سے ہے۔

اور جب وہ کہے: وہ رسول ﷺ اور نبی نہیں ہے، یہ صراحتاً تکذیب ہے اور ہر تکذیب جو آپ ﷺ کی نسبت جھوٹ کی طرف کرے اور آپ ﷺ کو کذاب باور کرائے (یہ صراحتاً تکذیب ہے)۔

لیکن اس کا یہ کہنا ہے کہ آپ نبی نہیں اور اس کا کذاب کہنے میں فرق ہے۔ اس اعتبار سے فرق ہے یہ تکذیب ہمارے معلومات کی وساطت سے ہے گویا کہ وہ کہہ رہا ہے میں اللہ کا رسول ہوں اور جو بعض صفات کی نفی اپنے غیر سے کرے وہ اس آدمی کی طرح نہیں ہوسکتا جو ان کی اس سے نفی کرے اتنے دعویٰ میں تکذیب کی طرف نسبت کرے ہوئے لہٰذا ایک معنیٰ ہی بعض عبارات کو گالی شمار کراتا ہے اور بعض کو گستاخی شمار نہیں کرواتا۔

فصل

اللہ تعالیٰ کی گستاخی:

اگر وہ مسلمان ہو تو اس کے قتل پر اجماع ہے کیونکہ وہ کافر بلکہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔[2]

پھر ہمارے اصحاب نے اس کی توبہ کے قبول کرنے میں اختلاف کیا ہے،

---

[1] الصارم میں ہے: ''میں اس کے دین سے راضی نہیں۔''

[2] الصارم (۳/ ۱۰۱۷)

[3] دیکھیے: الشفا (۲/ ۴۹۱)

یعنی مرتد کی طرح اس سے بھی توبہ کروائی جائے گی اور حکمران کے سامنے جانے کے بعد اگر وہ توبہ کر لے تو اس کا قتل ساقط ہو جائے گا؟ اس مسئلے میں دو اقوال ہیں:

پہلا قول:

پہلا قول یہ ہے کہ وہ گستاخی رسول ﷺ کی طرح ہے اس میں دو روایتیں ہیں، جس طرح گستاخ رسول ﷺ کے بارے میں دو روایتیں ہیں، یہ منہج ابو الخطاب اور ان کی اتباع میں ما بعد متاخرین کا ہے۔ [1] امام احمد کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے، اہل مدینہ کا یہی مذہب ہے۔ [2]

اس طریقہ پر ظاہر مذہب یہ ہے کہ قدرت کے بعد توبہ سے قتل ساقط نہیں ہوگا، دوسری روایت یہ ہے کہ وہ مرتد ہوگا۔ پہلی روایت مالک، لیث اور ابن القاسم کی ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا اور توبہ کروائی جائے گی۔ [3]

دوسرا قول:

اسے توبہ کروائی جائے گی اور اس کی توبہ قبول کی جائے گی اسے مرتد کے قائم مقام قرار دیا جائے گا، یہ قاضی، الشریف، [4] ابن البناء اور ابن عقیل کا قول ہے، باوجود یہ کہ ان کا یہ قول بھی ہے کہ گستاخ رسول ﷺ سے توبہ نہیں کروائی جائے گی، یہ اہل مدینہ کی ایک جماعت کا قول ہے، اسے اسی طرح شوافع نے بھی ذکر کیا ہے انھوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گستاخی ارتداد ہے یہ ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔

ان کا ماخذ جن کے ہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کرنے

---

[1] دیکھیے: الهداية (٢/ ١١٠)

[2] دیکھیے: ما تقدم.

[3] دیکھیے: الشفا (٢/ ٤٩١)

[4] أبو جعفر الحنبلي.

والے سے توبہ کروائی جائے گی انھوں نے کہا کہ یہ ارتداد ہے۔

اور جنھوں نے اس میں تفریق کی ہے ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گستاخی یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محض کفر ہے اور وہ (اللہ تعالیٰ) جانتا ہے کہ وہ تائب سے اپنا حق ساقط کر دے اور اللہ تعالیٰ پر کسی مذمت اور ذلت کی زد نہیں پڑتی، بندوں کے دلوں میں اس کی حرمت اس سے کہیں بڑی ہے کہ کسی کی جرأت اس کی حرمت کو پامال نہیں کر سکتی۔

اسی سے اس کے اور رسول ﷺ کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے اور وہ (گستاخی رسول ﷺ) آدمی کا حق ہے جو توبہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ یہ ملحوظ خاطر رکھے ہوئے کہ وہ اللہ کا حق ہے جو اس کی حرمت پامال کرے گا تو اس کا نقصان حد لگانے ہی سے پورا کیا جائے گا، اس اعتبار سے یہ زنا، چوری چکاری اور شراب نوشی کے حکم میں ہوگا۔

فصل [1]

اللہ تعالیٰ کا گستاخ اگر ذمی ہو اس کے ساتھ وہی ہوگا جو ذمی گستاخ رسول ﷺ کے ساتھ ہوگا، امام احمد نے فرمایا اسے قتل کیا جائے گا، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ [2] اسی طرح ہمارے اصحاب، امام مالک اور مالکی علماء کا یہی موقف ہے، اسی طرح شوافع کا موقف ہے۔

مگر یہاں دو مسئلے قابل ذکر ہیں:

ا۔ پہلا مسئلہ: اللہ کی گستاخی کی دو قسمیں ہیں۔

---

[1] الصارم (۳/ ۱۰۳۱)

[2] (ص: ۹۰)

پہلی قسم: ایسی گستاخی جس کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بطور دین یہ کرتا ہے بلکہ وہ متکلم وغیرہ کے ہاں بھی توہین گردانی جاتی ہے جیسے لعنت کرنا ہے، بلاشبہ یہ گستاخی ہے۔

دوسری قسم: اس میں وہ چیزیں شامل ہیں، جنھیں بطور دین سمجھا جاتا ہے اور وہ اس کی عظمت کا عقیدہ رکھ کر یہ کام کرتا ہے، مثلاً عیسائیوں کا یہ کہنا: "اس کا بیٹا اور بیوی ہے" جب ذمی یہ اعلانیہ کہے تو اس میں اختلاف ہے۔

قاضی اور ابن عقیل نے کہا کہ اس کی وجہ سے اس کا عہد ٹوٹ جائے گا امام مالک اور شافعی کا کہنا ہے کہ اگر وہ اس سے دین داری کا اظہار کرے تو یہ گستاخی نہیں ہے، امام احمد کے کلام کا ظاہر بھی یہی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ کافر یہ بطور گستاخی نہیں بلکہ یہ تو اس کی عظمت کے پیش نظر کرتا ہے۔

۲۔ دوسرا مسئلہ: ذمی سے توبہ کروانا۔

ہمارے جمہور اصحاب کا یہ قول ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی امام شافعی کا معروف مذہب یہی ہے، مالکیہ میں سے ابن القاسم وغیرہ کا یہی موقف ہے کہ اس سے توبہ کروائی جائے گی، امام مالک سے منصوص یہ ہے کہ اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی بلکہ اسے قتل کیا جائے گا، امام احمد کے کلام کا ظاہر بھی یہی ہے، بطور خلاصہ عرض ہے کہ گستاخی کے تین مراتب ہیں۔[1]

<u>پہلا مرتبہ:</u>

جسے بطور دین کیا جائے جیسے عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قول ہے، اس کا حکم کفر کی باقی انواع کا حکم ہے، اس کے اظہار سے عہد کے ٹوٹ جانے کے بارے میں ہم نے اختلاف ذکر کر دیا ہے، جب کہا جائے کہ

---

[1] کذا بالاصل

اس سے عہد ٹوٹ جائے گا تو اسلام قبول کرنے سے اس کا قتل ساقط ہو جانا قابل توجہ ہے، یہ جمہور کا قول ہے۔[1]

دوسرا مرتبہ:

وہ ایسی چیز کرے جو ان کے دین میں موجود ہو اور وہ مسلمانوں کے دین کے لیے گستاخی ہو جیسے یہودی کسی مؤذن کو کہے تو نے جھوٹ بولا ہے، جیسے ایک عیسائی کا فیصلہ کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا۔[2]

یا وہ احکام اللہ سے کسی چیز کی تنقیص کرے، عہد شکنی میں اس کا حکم گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوگا اور اسی بات کو فقہا نے اس عبارت سے تعبیر کیا ہے:

"وہ اللہ اور اس کی کتاب کو توہین آمیز انداز میں ذکر کرتا ہے۔"

رہا اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اس کا قتل ساقط ہونا تو یہ گستاخ رسول کی طرح ہے۔

تیسرا مرتبہ:

وہ ایسی چیز سے گستاخی کرتا ہے جو وہ دین نہیں سمجھتا بلکہ اس کے دین میں بھی حرام ہے، جیسے لعنت کرنا اس کے مابین اور مسلمان کی گستاخی کے مابین فرق ہے، بلکہ کبھی کبھار یہ انتہائی سنگین بھی ہو جاتی ہے، اس کا اسلام اس کی حرمت کے عقیدہ کی تجدید نہیں کرتا بلکہ وہ اس مسئلہ میں ذمی کی طرح ہے جب وہ زنا کرے، یا قتل کرے یا چوری کرے پھر اسلام قبول کرے۔

تو جب ہم کہتے مسلمان جب اللہ کو گالی دے تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی تو ذمی کی توبہ قبول نہ کرنا بالاولیٰ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کے

---

[1] تقدم قریباً

[2] تقدم (ص: ۹۰)

برخلاف اور اسے مسلمان عورت سے زنا کرنے سے تشبیہ دی ہے، [1] اس قسم میں فقہاء کے تین اقوال ہیں:

پہلا قول:

ذمی سے توبہ کروائی جائے گی جیسے مسلمان سے کروائی جائے گی، دوسرا قول اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی اگر وہ اسلام قبول کرے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا، یہ امام شافعی کا قول ہے امام احمد سے ایک روایت ہے اور ابن القاسم کا قول ہے۔

دوسرا قول:

اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی اور اگر وہ اسلام قبول کرے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا، یہ امام شافعی کا قول ہے، امام احمد سے ایک روایت ہے اور ابن القاسم کا قول ہے۔

تیسرا قول:

ہر حالت میں اسے قتل کیا جائے گا، امام مالک، امام احمد کے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، جیسے ہمارا یہ قول ہے کہ اس پر زنا اور چوری کی حد لگائی جائے گی۔

وہ اس کے دین اور مسلمانوں کے ہاں حرام ہے اور بے شمار دلائل اس کی تائید کرتے ہیں۔ [2]

---

[1] کیونکہ بدکاری ان کے دین میں بھی حرام ہے، مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے، اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اس سے ساقط نہیں ہوگی۔

[2] کذا بالاصل، والمعنی ظاهر.

فصل[1]

اگر وہ کسی وصف یا کسی نام سے موصوف کر کے کسی کی گستاخی کرے اور وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ یا اس کے بعض رسولوں کی گستاخی کرے مگر اس سے ظاہر یہ ہو کہ اس نے اس کا قصد نہیں کیا، ایسا قول اور اس جیسے دوسرے اقوال فی الجملہ حرام ہیں، اس کے مرتکب سے توبہ کروائی جائے گی اگر اسے اس کی حرمت کا علم نہیں ہے اور اگر اسے علم ہے تو اسے زبردست تعزیر لگائی جائے گی، مگر اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور نہ اسے قتل کیا جائے گا۔

اسے اس مثال سے سمجھیے کہ جو شخص زمانہ کو گالی دے اس میں اور دیگر محبوبوں میں فرق کرے اور وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اس کا فاعل وہ دھر (زمانہ) ہے اور اس کے حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہیں تو اس کے بدون قصد وہ گالی اللہ تعالیٰ کو جائے گی اور اسی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے:

"زمانہ کو گالی مت دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔"[2]

اسی طرح جو کسی آدمی کو گالی دے اور کہے اے فلاں بن فلاں بن فلاں ... کرتا کرتا حضرت آدم تک چلا جائے تو یقیناً اس نے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا باوجود یہ کہ اس میں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور شیث علیہ السلام وغیرہ دیگر انبیاء شامل ہیں اور اس حال میں اس عموم میں انبیاء کا قصد نہیں کیا جاتا۔

اسی طرح ابن زید نے کہا ہے: جو شخص کہے اللہ عرب، بنی اسرائیل اور بنی آدم پر لعنت کرے، اس نے اس عبارت سے انبیاء کا قصد نہیں کیا بلکہ ان

---

[1] الصارم (٣/ ١٠٤٢)

[2] رواه مسلم، رقم (٢٢٤٦) من حديث أبي هريرة رضي الله عنه.

میں سے جو ظالم ہیں وہ مراد لیے ہیں، حاکم کے اجتہاد کے مطابق اسے ادب سکھلایا جائے گا۔[1]

کچھ لوگوں کا رجحان اس کے قتل کی جانب ہے، الکرمانی کا یہی مسئلہ ہے۔ ہمارے اصحاب دوسمتوں میں سے ایک سمت کا قیاس یہ ہے کہ جو یہ کہے: میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے، ہر چیز میں جو اس نے تجھے حکم دیا ہے۔[2]

فصل[3]

سبھی انبیاء کی گستاخی کا حکم وہی ہے جو ہمارے نبی ﷺ کی گستاخی کا ہے، کسی نے بھی یہ تفریق نہیں کی کہ نبی اور نبی میں فرق کیا جائے گا، بلاشبہ آپ ﷺ کی گستاخی کا جرم دوسرے انبیاء علیہم السلام کی گستاخی سے زیادہ ہے۔

فصل[4]

رہا وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کی گستاخی کرتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اللہ رب العزت کی طرف سے براءت کے بعد بھی تہمت لگاتا ہے یقیناً اس نے کفر کیا ہے اس پر متعدد علماء نے اجماع نقل کیا ہے۔[5]

رہا وہ شخص جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر ازواج النبی ﷺ پر تہمت بازی کرتا ہے تو اس میں دو قول ہیں:

---

1. دیکھیے: الشفا (۲/ ٤٣٧)
2. دیکھیے: الصارم (۳/ ١٠٤٥) و المغني (١٣/ ٤٦٤)
3. الصارم (۳/ ١٠٤٨) و الشفا (۲/ ٥٤٥ وما بعدها)
4. الصارم (۳/ ١٠٥٠) و الشفا (۲/ ٥٥٤ و ما بعدها)
5. الصارم میں: اسماعیل بن اسحاق کا بھی ذکر موجود ہے۔

۱۔ وہ صحابہ کی گستاخی کی مانند ہے۔
۲۔ یہی صحیح ہے کہ امہات المؤمنین میں سے کسی ایک پر تہمت لگانے کا وہی حکم ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگانے کا ہے۔[1]

فصل

گستاخ صحابہ کی سزا:

رہا وہ شخص جو کسی صحابہ کی گستاخی کرے تو امام احمد نے مطلق طور پر یہ کہا ہے کہ اسے سخت ترین سزا دی جائے گی اور اس کے کفر اور قتل سے توقف کیا جائے گا، بلکہ یہ بھی کہا: اسے سزا دی جائے گی اور کوڑے لگائے جائیں گے اور اسے اتنی دیر قید کیا جائے گا جتنی دیر تک وہ مر نہیں جاتا یا اس سے رجوع نہیں کر لیتا، امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے۔

امام ابن المنذر رفرماتے ہیں:

مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے بھی ایسے آدمی کو واجب القتل قرار دیا ہو۔[2]

قاضی ابو یعلی فرماتے ہیں:

جو صحابہ کرام کی گستاخی حلال سمجھ کر کرے وہ کافر ہے وگرنہ فاسق ہے، چاہے ان کی تکفیر کرے یا ان کے دین میں عیب جوئی کرے، فقہاء کا بھی یہی موقف ہے، فقہاء کی ایک جماعت کا یہ خیال بھی ہے کہ صحابہ کی گستاخی کرنے والا بھی قتل کیا جائے گا، انھوں نے رافضیوں کو کافر قرار دیا ہے، متعدد ہمارے اصحاب نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔

---

[1] انظر ما تقدم.

[2] الصارم (۳/ ۱۰۵۵) و الشفا (۲/ ۵۵٤)

[3] الأشراف علی مذاهب أهل العلم (۲/ ۲٤۵)

ابوبکر عبدالعزیز ''المقنع'' میں رافضی کی بابت فرماتے ہیں[1]:

''اگر وہ گستاخی کرے تو یقیناً وہ کافر ہوگیا اس سے نکاح نہ کیا جائے۔''

بعض نے یہ کہا کہ ان کی گستاخی ایسی ہے جو ان کے دین اور ان کی عدالت کو مجروح کرتی ہے لہٰذا یہ کفر ہے، قاضی نے اس موقف کی تائید کی ہے۔ کچھ ایسی بھی گستاخی ہے جو باعث جرح نہیں ہے مثلاً وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے آباء و اجداد کو گالی دے یا وہ گستاخی سے اسے غیظ و غضب میں مبتلا کرنا چاہے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

امام احمد نے ایک ایسے آدمی کو زندیق کہا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالیاں بکتا تھا، ایک روایت یوں بھی ہے، جسے حنبل نے روایت کیا ہے:

''جو کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو گالی دے میرا خیال نہیں ہے کہ وہ اسلام پر ہو۔''[2]

قاضی فرماتے ہیں:

امام احمد کا قول مطلق طور پر یہ ہے کہ کسی ایک صحابی کی گستاخی سے وہ کافر ہوجائے گا، امام عبداللہ، امام ابو طالب کی روایت میں ہے کہ اس کے قتل میں توقف کیا ہے، مکمل حد کا لگانا اور تعزیر کا وجب قرار دینا اس کا متقاضی ہے کہ اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

مزید فرمایا، امام احمد کا قول:

''میں اسے مسلمان خیال نہیں کرتا۔''

اس پر محمول کیا جائے جو ان کی گستاخی کو حلال سمجھتا ہے وہ تو بغیر اختلاف

---

[1] ابو یعلی نے انھیں ذکر کرکے ان کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ المقنع سو اجزاء پر مشتمل ہے، جیسا کہ تاریخ بغداد (١٠/ ٤٥٩) والمدخل المفصل (٢/ ٨٠٨) میں ہے۔

[2] الخلال في السنة (٣/ ٤٩٣، رقم: ٧٨١)

کے کافر ہے، قتل کا ساقط ہونا اس آدمی پر محمول کیا جائے گا جو اسے حلال نہیں سمجھتا۔ اس میں بھی احتمال ہے کہ اسے اس آدمی پر محمول کیا جائے جو ان کی عدالت میں طعن کرتا ہے تو اسے قتل کیا جائے گا اور جو گستاخی کرے، تنقید نہیں کرے تو وہ قتل نہیں کیا جائے گا، جیسا وہ یہ کہے کہ وہ (صحابہ) قلیل العلم تھے، سیاست اور شجاعت سے نا آشنا تھے، ان میں بخیلی اور دنیا کی محبت تھی وغیرہ۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کے کلام کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا اس لیے ان کی گستاخی کے بارے میں دو روایتیں ہیں: ''پہلی روایت یہ ہے کہ اسے کافر قرار دیا جائے، دوسری روایت یہ ہے کہ اسے فاسق قرار دیا جائے۔''

شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

قاضی کا قول اسی پر ٹھہرتا ہے، ان کے علاوہ اس کی تکفیر میں دو روایتیں بیان کیں ہیں۔

قاضی فرماتے ہیں:

جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بری کر دیا ہے وہ بغیر کسی اختلاف کے کافر ہوگا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

ہم کلام کو دو فصلوں پر مرتب کریں گے۔

پہلی فصل: ان کی مطلق طور پر گستاخی کے بارے میں ہے۔

دوسری فصل: گستاخ کے احکام کی تفصیل کے بارے میں ہے۔

رہی پہلی فصل تو صحابہ کی گستاخی قرآن وسنت کی روشنی میں حرام ہے۔

قرآن مجید سے دلائل:

اولاً یہ غیبت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ [الحجرات: ١٢]

''اور بعض تمھارا بعض کی غیبت نہ کرے۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [الأحزاب: ٥٨]

''وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ بغیر اس کے جو انھوں نے کمایا یقیناً انھوں نے بہتان تراشا اور کھلم کھلا سرکشی کی، اسی طرح فرمایا:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [الفتح: ١٨]

''البتہ تحقیق اللہ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ آپ ﷺ کی بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے۔''

اور صحیح (مسلم) سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی بھی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔''

﴿ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ...﴾ [التوبة: ١١٧]

''اللہ تعالیٰ نے توجہ فرمائی نبی ﷺ، مہاجرین اور انصار پر۔''

اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا

غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [الحشر: ١٠]

''وہ لوگ جو ان کے بعد ایمان لائے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے پہلے سبقت لے گئے اور تو نہ ڈال کینہ ان لوگوں کے بارے میں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً آپ رؤف و رحیم ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے لیے استغفار کرنا اور خیانت سے دل کو پاکیزگی دینا ایسا معاملہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور اس کے فاعل کی تعریف کرتے ہیں، پھر اسی حوالے سے متعدد آیات ذکر کیں ہیں۔

احادیث سے دلائل:

بخاری و مسلم میں آپ ﷺ کا ارشاد مروی ہے:

''تم میرے صحابہ کو گالی مت دو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مدّ یا نصف مد کے خرچ کرنے کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتے۔''[1]

امام برقانی نے روایت کیا ہے:

''تم میرے صحابہ کو گالی مت دو، میرے لیے میرے صحابہ کو چھوڑ دو۔''[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم (٣٦٧٣) و صحيح مسلم، رقم (٢٥٤٠) عن أبي سعيد رضي الله عنه.

[2] حافظ ابن حجر فتح الباري (٧/ ٣٤) میں فرماتے ہیں کہ برقانی نے المصافحہ میں اسے بیان کیا ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی۔ دیکھیے: جزء لا تسبوا أصحابي (ص: ٦٠) لابن حجر.

نیز فرمایا:

''یقیناً میرا انتخاب میرے صحابہ کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، ان میں سے میرے لیے وزراء انصار، سسرالی رشتہ داروں کو بنایا، پس جو انھیں گالی دے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، فرشتوں اور سبھی لوگوں کی لعنت ہے اس سے قیامت کے دن کسی قسم کا فدیہ معاوضہ قبول نہیں کرے گا۔''[1]

نیز فرمایا:

''میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے بعد انھیں ہدف تنقید نہ بنانا، جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض کیا، جنھوں نے انھیں اذیت دی گویا انھوں نے مجھے اذیت دی، اور جس نے مجھے اذیت دی یقیناً اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو

---

[1] اسے ابن ابی عاصم نے السنۃ (۲/ ٤٦٩) طبرانی نے الکبیر (۱۷/ ۱٤۰) الخلال نے السنۃ (۳/ ۵۱۵، رقم: ۸۳٤) والحاکم (۳/ ٦۳۲) وغیرہ سبھی نے محمد بن طلحہ المدنی از عبدالرحمٰن بن سالم بن عتبۃ بن عویم بن ساعدۃ عن ابیہ عن جدہ۔ امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، ذہبی نے موافقت کی ہے، شیخ الاسلام نے فرمایا: ''یہ حدیث اس سند سے محفوظ ہے۔'' البانی نے تخریج السنۃ میں عبدالرحمٰن بن سالم کی جہالت کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور محمد بن طلحہ کے سوئے حفظ کی وجہ سے بھی، حضرت انس کی حدیث اس کی شاہد ہے، جسے خطیب تاریخ (۲/ ۹۹) اور حضرت جابر کی حدیث کو بزار نے الکشف: (۳/ ۲۸۸) روایت کیا ہے۔ ہیثمی فرماتے ہیں'' اس کے راوی ثقہ ہیں بعض میں اختلاف ہے۔'' مجمع الزوائد (۱۰/ ۱٦)

اذیت دی عنقریب اللہ اسے پکڑے گا۔'' ترمذی[1] وغیرہ[2]

ابن البناء نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے:

''جس نے میرے صحابہ کو گالی دی یقیناً اس نے مجھے گالی دی اور جس نے میری گستاخی کی یقیناً اس نے اللہ کی گستاخی کی۔''[3]

زبیری روایت کرتے ہیں کہ فرمایا:

''جو میرے صحابہ کو گالی دے اس پر لعنت ہو۔''[4]

بے شمار احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔

اگر ان کی گستاخی کی نوعیت یہی ہے تو کم از اس میں تعزیر ہے اور اس میں ہم فقہائے کرام، صحابہ کرام اور تابعین عظام سے کوئی اختلاف نہیں پاتے، باقی اہل

1. حدیث (٣٨٦٢) اور فرمایا: ''یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے اسی سند سے پہچانتے ہیں۔''
2. امام احمد نے المسند (٤/ ٨٧) و فضائل الصحابة (١/ ٤٩) ابن ابی عاصم نے السنة (٢/ ٤٦٥) ابن حبان (١٦/ ٢٤٤ ـالاحسان۔) وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن مغفل کی حدیث بیان کی ہے۔ مگر اس کی سند ضعیف ہے۔
3. جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ابن عدی نے الکامل (٤/ ٢١٠) میں اسی طرح حضرت معاذ بن جبل کی حدیث بیان کیا ہے، مگر عبداللہ بن خراش از عوام بن حوشب کی سند سے اور اس کی اس (عوام) سے عام احادیث منکر ہے اور ''اصحابی'' کے بعد ''اصہاری'' کا بھی اضافہ کیا، اصہاری کا معنی: سسرالی رشتہ ہیں۔
4. از محمد بن خالد از عطاء بن ابی رباح مرسلاً، اسے لالکائي (٧/ ١٢٤٨) و سنن الترمذي، حدیث (٣٩٥٨) بزار الکشف (٣/ ٢٩٣، ٢٩٤) طبراني الکبیر الکبیر (١٢/ ٤٣٤) للألکائي (٧/ ١٢٤٨) الضیاء في النهي عن سب الأصحاب، حدیث (٧) حضرت ابن عمر سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ یہ سیف بن عمر کی مفاریدمیں سے ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: ''یہ حدیث منکر ہے۔'' یعنی ابن عمر کی مرفوع حدیث کی سند سے، اس حدیث کے دو شاہد حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث ہے۔

سنت کا بھی اس پر اجماع ہے کہ ان کی مدح ثنائی واجب ہے ان کے لیے استغفار کرنا، رحم کی دعا کرنا، ان سے رضا مندی کا اظہار ان سے محبت اور مودت رکھنا اور جو ان کے بارے میں زبان طعن دراز کرے ان سے لڑائی کرنا واجب ہے۔

جس آدمی کا یہ قول ہے کہ ان کی گستاخی کی وجہ سے انھیں قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''کسی مسلمان کا خون اتنی دیر تک حلال نہیں ہے جب وہ تین چیزوں میں سے ایک کا ارتکاب کرے۔''[1]

کیونکہ بعض کو دشنام دیتا ہے لہٰذا اس وجہ سے اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔

اور جس کا یہ قول ہے: گستاخ قتل کیا جائے گا یا اسے کافر قرار دیا جائے، انھوں نے متعدد دلائل سے دلیل لی ہے جن میں یہ فرمانا بھی ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ . . . ﴾ [الفتح: ٢٩]

''محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہے اور وہ ان کے ہمراہ ہیں...۔''

جو ان پر غیظ وغضب کا اظہار کرے گا وہ ان کفار میں شامل ہو گیا جنھیں اللہ تعالیٰ نے ذلیل کر دیا، انھیں رسوا کر دیا اور انھیں برباد کر دیا۔ جو کفار سے شراکت کرے گا اس چیز سے جس کی بدولت وہ ہلاک کیے گئے تو یہ بھی ان جیسا کافر ہو، کیونکہ مومن کفر کے بدلے میں ہلاک نہیں کیا جاتا۔

اس کی مزید توضیح یہ ہے کہ حکم کو ایسی صفت سے معلق کیا جو مشتق اور

---

[1] صحيح البخاري، رقم (٦٨٧٨) و مسلم، رقم (١٦٧٦) من حديث ابن مسعود رضي الله عنه، وجاء من حديث جماعة الصحابة.

مناسب ہے، کیونکہ کفر مناسب ہے کہ اس کے مرتکب کو غصہ دلایا جائے، جب وہ موجب ہے کہ اس کا مرتکب صحابہ کرام کے بارے میں کینہ رکھتا ہے اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ منع فرمائیں اور وہ کوئی آدمی کرے وہ ایک کام کو واجب قرار دے گا اور وہ کفر ہے۔

امام احمد کے قول ''میں اسے اسلام پر خیال نہیں کرتا'' کا یہی معنی ہے، یعنی رافضی کے بارے میں اس طرح یہ قول بھی ہے۔[1]

''جس نے ان سے بغض رکھا یقیناً اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے انھیں اذیت دی گویا اس نے مجھے اذیت دی اور جو انھیں گالی دے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سبھی لوگوں کی لعنت ہے اس سے کسی قسم کا کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔''[2]

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اذیت کفر ہے، اس سے فرق واضح ہوجاتا ہے کہ جو انھیں شرف صحابیت سے پہلے اذیت پہنچاتا ہے اور جو باقی مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا ہے جو صحابی آپ ﷺ کی صحبت میں رہا اور اسی پر وفات ہوئی اسے اذیت دینا شرف صحبت کو اذیت دینے کر مترادف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لوگوں کو ان کے گہرے دوستوں سے پرکھو۔''[3]

جیسا کہ ایک شعر بھی ہے:

---

[1] کما تقدم (ص: ۱۱۸)

[2] مضی تخریجه (ص: ۱۲۰)

[3] ابن بطہ نے الابانۃ (۲/ ۴۳۹، تحقیق رضا نعسان) میں روایت کیا ہے۔

عن المرء لا تسأل وسَلُ عن قرينه
فكل قرين بالمقارن يقتدي

آدمی کے بارے میں سوال نہ کر اس کے دوست کے بارے میں پوچھ
ہر دوست اپنے ہم راز کی پیروی کرتا ہے [1]

امام مالک فرماتے ہیں:

"یہ لوگ رسول اللہ ﷺ پر تنقید کرنا چاہتے تھے مگر ان کے لیے ناممکن تھا اس لیے انھوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کیا، تا کہ کہا جا سکے برے آدمی کے برے دوست ہوتے ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"تم محمد ﷺ کے ساتھیوں کو دشنام نہ دو، ان میں سے کسی ایک کا مقام تمھاری زندگی کے سبھی اعمال سے بہتر ہے۔" [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا:

"کہ تجھ سے صرف مؤمن محبت کرے گا اور تجھ سے صرف منافق بغض رکھے گا۔" اسے امام مسلم نے بیان کیا ہے۔ [3]

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے:

"ایمان کی نشانی انصار سے محبت ہے اور نفاق کی نشانی انصار سے بغض ہے۔" [4]

---

[1] یہ شعر عدی بن زید العبادی کا ہے، دیکھیے: عیون الأخبار (٣/ ٧٩) وبهجة المجالس (١، ٢/ ٧٠٥)

[2] ابن ماجہ نے سنن کے مقدمہ رقم (١٦٢) امام احمد نے فضائل (١/ ٥٧) اور ابن ابی عاصم نے السنة (٢/ ٤٧٠، رقم: ١٠٠٦) میں بیان کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

[3] رقم (٧٨)

[4] البخاري، رقم (١٧) و مسلم، رقم (٧٤) من حديث انس رضي الله عنه.

اسی طرح ان دونوں میں ہے:[1]

''انصار سے محبت صرف مؤمن کریں گے اور ان سے بغض صرف منافق رکھیں گے، جو ان سے محبت کریں گے اللہ ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھیں گے اللہ تعالیٰ ان سے بغض رکھے گا۔''[2]

لہٰذا جو ان کی گستاخی کرے گا یقیناً وہ ان کے بغض میں مزید آگے بڑھ جائے گا ضروری ہے کہ وہ منافق ہو، اور اس کے لیے انصار کو خاص کیا، جنھوں نے مہاجرین کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا اور ایمان کو جگہ دی، رسول اللہ ﷺ کو پناہ دی، آپ کی مدد کی، اور دشمنوں سے آپ ﷺ کو محفوظ رکھا، دین کی استقامت کے لیے اپنی جانوں اور اموال کی قربانی دی، رسول اللہ ﷺ کی خاطر ہر سرخ و سیاہ دشمنی مول لی، مہاجرین کو اپنے اموال میں شریک کیا، مہاجرین تھوڑے سے، اجنبی فقیر اور انتہائی کمزور تھے، آپ ﷺ نے یہ فرما کر ارادہ کیا کہ لوگوں انصار کی قدر ومنزلت متعارف کروائی جائے، کیونکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ لوگ بڑھتے جائیں گے اور انصار گھٹتے جائیں گے اور معاملہ عنقریب مہاجرین میں آجائے گا، اس لیے جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نصرت میں حتی الامکان مشارکت کی وہ درحقیقت ان کے ساتھ شریک ہے۔

جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغض رکھے نفاق ہے اس میں وہ سبھی صحابہ کرام داخل ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کی اعانت فرمائی اور ان سے بغض

---

[1] البخاري، رقم (٣٧٨٣) و مسلم، رقم (٧٥) من حديث البراء رضي الله عنه.

[2] في الاصل آية الايمان حب الانصار وآية النفاق بغضهم..." وهو تكرار للحديث السابق والتصويب من "الصارم" و "الصحيح"

رکھنے والا منافق کافر ہے۔

طلحہ بن مصرّف نے فرمایا:

"کہا جاتا کہ بنو ہاشم سے بغض رکھنا نفاق ہے، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھنا نفاق ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ میں شک کرنا گویا سنت میں شک کرنا ہے۔"[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"زمانہ کے آخر میں میری امت میں ایسے لوگ آ جائیں گے جنھیں رافضی کہا جائے گا وہ اسلام کو روندیں گے۔"[2]

سنن میں اسے عبداللہ بن احمد نے مسند میں کثیر النواء از ابراہیم ابن الحسن از ابیہ از جدہ از علی بیان کیا ہے،[3] اس کی متعدد اسانید ہیں۔[4] کثیر (راوی) کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔[5]

ابو یحییٰ الحمانی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے علی رضی اللہ عنہ! تو اور تیری جماعت جنت میں جائے گی، ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بد اخلاق ہوں گے جنھیں رافضی کہا جائے گا، اگر تو انھیں پالے تو انھیں قتل کرنا وہ مشرک ہیں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] امام احمد نے فضائل (۲/ ۹۶۸) لألکائي (۷/ ۱۲۶۶) الخلال نے السنة (۱/ ۲۹۰، رقم: ۳۵۳) اسی طرح محارب بن دثار نے بیان کیا ہے۔

[2] (۱/ ۱۰۳) یہ زوائد مسند سے ہے۔ الشیخ احمد شاکر نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ رقم (۸۰۸)

[3] عبداللہ بن احمد نے السنة (۲/ ۵۴۶) وابن أبي عاصم (۲/ ۴۶۰) میں بھی بیان کیا ہے۔

[4] غیر بینة في الأصل، وفي الصارم "السنة"

[5] انظر: تهذیب التهذیب (۸/ ۴۱۱)

''اہل بیت سے محبت کا لبادہ اوڑھے رکھیں گے حالانکہ وہ ہوں گے نہیں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں گے۔'' اسے عبداللہ بن احمد نے روایت کیا ہے۔[1]

بعض کے الفاظ ہیں:

''ہمارے بعد کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو ہم سے محبت کے دعوے کریں گے اور وہ ہم پر جھوٹ بولیں گے، دین سے نکلنے والے ہوں گے، اس کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دیں گے۔''[2]

اسے امام بغوی نے بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

''اگر تو انھیں پالے انھیں قتل کرنا، یہ مشرک ہیں۔''[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح سے مروی ہے۔[4]

ابن بطہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:[5]

''اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب کیا، میرے لیے میرے صحابہ کا انتخاب کیا اور انھیں میرا مددگار اور میرے سسرالی رشتہ دار بنایا، عنقریب زمانہ

---

[1] السنۃ میں (۲/ ۵٤۷۔ ۵٤۸) ابن عدی نے الکامل (۷/ ۲۱۳) میں یہ ابو جناب الکلبی کی منکرات میں سے ہے۔

[2] اسے لالکائی نے بیان کیا ہے۔ (۸/ ۱٤۰٤)

[3] جیسا کہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے، اسے لالکائي. أیضا (۸/ ۱٤۰٦) نے بھی بیان کیا ہے، اس میں جو ضعف ہے وہ پہلے گزر چکا ہے۔

[4] دیکھیے: لالکائي (۸/ ۱٤۰٦)

[5] الابانۃ میں یہ روایت نہیں ہے۔

کے آخر میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ان کی تحقیر کریں گے، خبردار!
ان کے ساتھ مت کھاؤ اور مت پیو، خبردار! ان سے مت رشتے قائم
کرو، خبردار! ان کے ساتھ نمازیں مت پڑھو، اور نہ ان کی نماز جنازہ
پڑھو، ان پر لعنت حلال ہو چکی ہے۔"[1]

اس میں نظر ہے، اس سے زیادہ کمزور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
مگر یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مقتول ہے۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ عبداللہ بن السودار نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرنے کی ٹھان لی۔[3]

یہ ابو الاحوص سے محفوظ ہے، اسے النجاد، ابن بطہ اور لالکائی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔[4] اور ابراہیم رحمہ اللہ (النخعی) کی مراسیل عمدہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ ظاہر نہیں کیا وہ آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہیں مگر یہ کہ وہ ان کے ہاں ایسا شخص تھا جس کا قتل کرنا حلال تھا، مگر فتنے سے بچنے کے لیے اسے چھوڑ دیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض منافقوں کو قتل کرنے سے توقف کیا۔

حضرت عبدالرحمن بن اَبزی فرماتے ہیں:

"اگر میں کسی آدمی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گستاخی کرتے ہوئے سن لوں

---

[1] الخلال نے السنة (۲/ ۴۸۳) عقیلی نے الضعفاء (۱/ ۱۲۶) ابن حبان نے المجروحین (۱/ ۱۸۷) میں اسے روایت کیا ہے۔ یہ باطل خبر ہے، جیسا کہ ابن حبان نے فرمایا ہے۔

[2] ابن البناء نے اسے ان الفاظ سے بیان کیا ہے: "تم صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، اس کا کفارہ قتل ہے۔" الصارم (۳/ ۱۰۹۹)

[3] لالکائی نے اسے بیان کیا ہے۔(۷/ ۱۲۶٤)

[4] تحرفت في الاصل إلى: اللاکی.

تو میں اس کی گردن تن سے جدا کر دوں گا۔“ [1]

حضرت عبدالرحمٰن مشہور صحابی ہیں، جو مکہ کے عامل تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں خراسان کا عامل مقرر کر دیا۔ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

”مجھے کوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فوقیت نہ دے وگرنہ میں اسے بہتان تراشی کے جرم میں کوڑے لگاؤں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے سب سے بہترین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔“ [3]

اسے امام عبداللہ بن احمد اور ابن بطہ وغیرہ نے بیان کیا ہے، اس بارے میں بہت سارے آثار مروی ہیں۔

امام احمد نے ابن ابی لیلیٰ سے صحیح سند سے روایت کیا ہے [4] کہ انھوں نے

---

[1] الخلال نے اسی طرح السنة (۱/ ۲۵۵) میں بیان کیا ہے۔

[2] یعنی حضرت عمر بن خطاب کی طرف سے۔

[3] حضرت علی کے ان دو آثاروں کو مؤلف نے ایک سیاق میں جمع کر دیا ہے، پہلا اثر ”المفتری“ (بہتان تراش) تک مکمل ہو جاتا ہے، اسے امام احمد نے الفضائل (۱/ ۸۳) اور عبداللہ بن احمد السنة (۲/ ۵۶۲) میں بیان کیا ہے۔
دوسرا اثر: ”مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بعض لوگ مجھے ابوبکر اور عمر پر فوقیت دیتے ہیں اور اگر میں نے یہ اقدام نہ کیا ہوتا تو میں اس بارے میں مؤاخذہ کرتا، لیکن تقدم (برتری) کی وجہ سے میں سزا ناپسند سمجھتا ہوں اور جو اس حوالے سے کچھ کہے وہ بہتان تراش ہے اس پر وہی مؤاخذہ ہوگا جو بہتان تراش کا ہوگا۔ لوگوں میں بہترین ...“ اسے احمد نے فضائل (۱/ ۳۳۶) عبداللہ نے السنة (۲/ ۵۸۸) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

[4] الفضائل (۱/ ۳۰۰) ان کے بیٹے عبداللہ السنة (۲/ ۵۷۹)

فرمایا: تم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما میں شک کرتے ہو، ایک آدمی کہنے لگا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ الجارود فرمانے لگے: بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے افضل ہیں۔ [1] یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچتی تو انھوں نے اس کو کوڑے سے اس طرح پٹائی کی کہ اس کے پاؤں میں لرزہ پیدا ہوگیا۔ پھر الجارود کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میرے پاس سے دور رہو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس چیز میں بہترین ہیں، پھر فرمایا: جو اس کے علاوہ کہے گا ہم اس پر جھوٹ باندھنے والے کی حد لگائیں گے۔

جب دونوں خلیفہ راشد حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ان کو کوڑے لگا رہے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فوقیت دیتے ہیں یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فوقیت دیتے ہیں اور اس میں گالی بھی نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ ان دونوں کے نزدیک گستاخی کی سزا کہیں زیادہ ہے۔

فصل [2]

خلاصہ کلام یہ ہے:

جو گستاخی کے ساتھ یہ دعوی کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معبود ہے یا وہ نبی ہے اور جبریل نے غلطی کی ہے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، بلکہ جو اسے کافر قرار دینے میں توقف کرے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ اسی طرح

---

[1] الجارود بن المعلی، عبدالقیس کے سردار ہیں، عام الوفود کو اسلام قبول کیا۔ نھاوند کے معرکہ میں شہید ہوئے۔ دیکھیے: الاصابة (۱/ ۲۱۶)

[2] الصارم (۳/ ۱۱۰۷)

جس کا یہ تصور رہے کہ قرآن سے کوئی چیز کم ہوگئی ہے یا چھپا لی گئی ہے یا اس کے ہاں پوشیدہ تاویلات ہیں جو مشروع اعمال کو ساقط کر دیتی ہیں وغیرہ۔

جیسا کہ یہ قول قرامطہ، باطنیہ اور بعض تناسخیہ کا ہے، ان سب لوگوں کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

رہا وہ شخص جو انھیں ایسی گالی دیتا ہے جو ان کی عدالت اور دین میں باعث قدح نہیں ہے جیسے انھیں کنجوسی، بزدلی، قلۃ علم، زہد کی عدم موجودگی وغیرہ کے ساتھ گستاخی کرتا ہے تو اس کے مرتکب کو ادب سکھلایا جائے گا اور تعزیر لگائی جائے گی، کافر قرار نہیں دیا جائے گا، اور اسی پر ان علماء کا کلام محمول کیا جائے گا جن کی علما نے تکفیر نہیں کی۔

اور رہا وہ شخص جو لعنت کرتا ہے اور مطلق طور پر برا بھلا کہتا ہے تو اس کے بارے میں اختلاف ہے، کیونکہ لعن الغیظ اور لعن الاعتقاد کے مابین تردد ہے۔

اور رہا وہ شخص جو اس سے تجاوز کرتے ہوئے یہ خیال کرے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مرتد ہو گئے تھے، چند لوگوں کے علاوہ جن کی تعداد دس سے کچھ اوپر ہے یا پھر وہ فاسق بن گئے تو اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس کا قائل کافر ہے، بلکہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی پاداش میں عبرت ناک سزاؤں سے دوچار کیا اور یہ بات بھی تواتر سے ثابت ہے کہ ان کے چہرے ان کی زندگی یا موت کے وقت مسخ کر کے خنزیروں جیسے بنا دیے گئے۔[1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ گستاخی کی کچھ اقسام ایسی ہیں جن کے کفر میں کوئی شک نہیں اور بعض علماء ان پر کفر کا حکم نہیں لگاتے اور بعض متردد ہیں، یہ مقام ان

[1] شیخ الاسلام نے منهاج السنة (١/ ٤٨٥) میں ذکر کیا ہے اس کی مراجعت کیجیے۔

اقوال کے استیعاب کا متحمل نہیں ہوسکتا اور اگر ہم اس کا استیعاب کریں تو یہ بہت طویل ہوجائے گا۔ ضرورت کے مطابق ہم نے یہاں بیان کر دیا ہے۔ واللہ اعلم.

اس کتاب کو اس کے کاتب محمد بن علی بن محمد نے ذوالحجہ ۷۳۰ھ میں مختصر کیا ہے۔ ﴿حسبنا الله ونعم الوكيل﴾

''ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔''

یہاں مختصر الصارم المسلول کا ذوالقعدہ ۷۳۰ھ کو اختتام ہوا۔
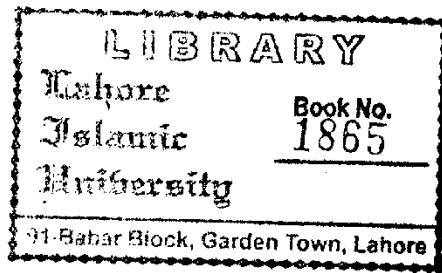
اصلاحی و علمی موضوعات کیلئے

حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ تعالیٰ کی

کتب دروس، خطبات، مکالمات، مقالات، کا مطالعہ فرمایئے

ہم اہلحدیث کیوں ہوئے

- رشد و ہدایت پانے والے
- تلاش حق کیلئے جستجو
- دلچسپ اور حقیقت پر مبنی کتاب

منہج اہلحدیث

- سچائی صرف وحی الٰہی میں ہے
- اہلحدیث کا یہی منہج ہے
- کتاب کا مطالعہ فرمائیں

ادارہ تحقیقات سلفیہ
آبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ
0300-7453436